بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاتون من کل فج عمیق ۔ یاتیک من کل فج عمیق

رجسٹرڈ ایل

نمبر ۵۲۵۴

جلسہ سالانہ نمبر

الفضل ربوہ

فی پرچہ ۸ر ایڈیٹر روشن دین تنویر

The Daily ALFAZL Rabwah

جلد ۴۶/۱۱ ۲۶ فتح ۱۳۳۶ھش

۲۶ دسمبر ۱۹۵۷ء نمبر ۳۰۵

خلافتِ ثانیہ کے مبارک عہد کی عظیم الشان برکت

سرزمینِ تثلیث میں ایک اور خانۂ خدا کی تعمیر

مسجد ہیمبرگ (مغربی جرمنی) کا ایک منظر

لندن اور ہیگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے امسال جماعت احمدیہ کو مغربی جرمنی کے شہر ہیمبرگ میں مسجد تعمیر کرنے کی توفیق دی جس کا افتتاح محترم چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے ۲۲ جون ۱۹۵۷ء کو فرمایا۔
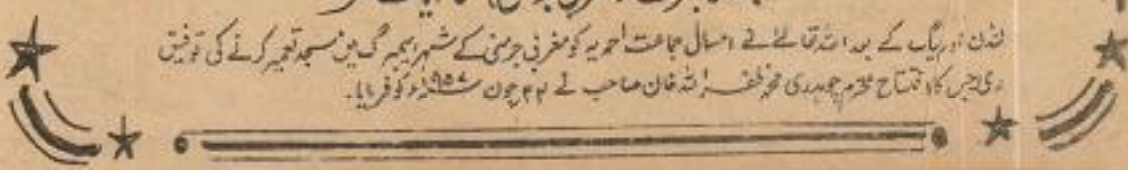
صبح صادق کا ظہور

"یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا۔ اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بنا ڈالی۔ بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی۔" (ازالۂ اوہام)

بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۳ء

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

سورۂ صف کو قرآن مجید میں اس طرح شروع کیا گیا ہے

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

یعنی جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریگا کیونکہ وہی غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔

سورۂ صف کا حقیقی موضوع غلبہ اسلام ہے جو دوبارہ اس کو مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حاصل ہونے والا ہے اسلئے اس سورۃ میں آئندہ زمانہ کے لئے پیشگوئیاں ہیں جو آیہ کریمہ ہم نے اوپر درج کی ہے وہ بھی اسی زمانہ کے لئے پیشگوئی ہے اور اس میں دراصل غلبہ اسلام کی صحیح صورت کو پیش کر دیا ہے۔ یعنی یہ ایسا زمانہ ہوگا کہ انسان پھر اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید میں مصروف ہو جائیں گے اور فیج اعوج کا دور ختم ہو جائے گا۔

سبّح ماضی کا صیغہ ہے اور جہاں کہیں آئندہ کی خبر کا کامل یقین دلانا ہوتا ہے۔ تو صیغہ مستقبل کی جگہ صیغہ ماضی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ محاورہ ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اردو میں بھی جب آئندہ کے متعلق کچھ یقینی طور پر کہنا ہوتا ہے تو ماضی کا صیغہ ہی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً ہم تھوڑی دیر کے بعد "آؤں گا" کی جگہ "ابھی آیا" استعمال کرتے ہیں اس سے سننے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ کہنے والا تھوڑی دیر کے بعد ضرور آجائیگا۔

قرآن کریم میں پیشگوئیوں میں ماضی کا صیغہ ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اس میں جو پیشگوئی ہوگی وہ یقینی ہی ہوگی۔ یہ ایک واضح بات ہے کہ اس کی حقائق دینے کی بھی ضرورت نہیں ہے قرآن کریم کے آخری حصہ میں جو سورتیں ہیں اکثر پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں اور سب میں ماضی کا صیغہ ہی استعمال کیا گیا ہے۔

چونکہ سورہ صف میں بھی غلبہ اسلام کے متعلق پیشگوئیاں ہیں اور غلبہ اسلام کی صحیح صورت یہی ہے کہ انسان تسبیح و تحمید میں مصروف ہو جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیۂ کریمہ میں آئندہ غلبہ اسلام کی الفاظ میں گویا تصویر پیش کر دی ہے کہ اس زمانہ میں ارض و سماوات تسبیح و تحمید سے بھر جائیں گے۔

آج ہم دیکھیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا جو سب سے زندہ نشان ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید جو کئی صدیوں سے بند تھی از سر نو شروع ہو گئی ہے اس کا ایک بین ثبوت یہ ہے کہ آج صرف جماعت احمدیہ ہے جس کا مرکز ہے اور وہ مرکز ایسا ہے جہاں پر تمام شہروں، قصبوں، دیہات کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ تسبیح و تحمید ہوتی ہے۔ چنانچہ قادیان کے بعد ربوہ کو بھی یہ امتیاز حاصل ہے کہ تمام زمینوں کے مقابلہ میں آج یہاں اللہ کی تعریف کے گیت زور شور سے گائے جاتے ہیں۔ جہاں اذانوں کی صدائیں فضاؤں میں گونجتی ہیں۔ جہاں راتوں کا سینہ مومنوں کی پرسوز دعاؤں سے گرم ہوتا ہے۔

ہمارا جلسہ سالانہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کا ایک عظیم نظارہ ہے۔ لوگ سال میں چند دن کے لئے اس مقدس سرزمین میں تسبیح و تحمید کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اجتماعی دعاؤں کے علاوہ جلسہ میں شامل ہونیوالے اکثر فرداً فرداً بھی راتوں کو جاگ جاگ کر تسبیح و تحمید باری تعالیٰ کرتے ہیں۔ ان دنوں ایک مقدس گونج ہوا میں گھلی ہوئی ہوتی ہے۔ مرد عورتیں بچے سب گویا اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں اور ہر طرف صبغۃ اللہ کی لہریں اٹھ رہی ہوتی ہیں۔

آج دور دور سے مومنین اپنی برکات کے حصول کی خاطر اس مقدس قریہ میں جمع ہوتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ لوگ جو غلبہ اسلام کو از سر نو لانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑے ہوئے ہیں اور جو آج یہاں اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ اس مقدس سرزمین کو باری تعالیٰ کی حمد و ثنا کے گیتوں سے گرما دیں اپنے عزیز وقت کا ایک ایک لمحہ صرف میں لائیں گے اور یہاں سے زیادہ سے زیادہ برکات حاصل کر کے واپس جائیں گے۔ اور اپنے اپنے گھر میں پہنچ کر دوسروں کو بھی اس نعمت سے فیضیاب کریں گے

آخر میں ہم وہ دعا جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گذشتہ خطبہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور کی درج کرتے ہیں

"اے خدا اب ہماری تدبیر کا وقت گذر گیا اب تو ہی لوگوں کو تحریک کر کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جلسہ پر آئیں اور پھر یہاں آکر جلسہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ انہیں جلسہ سے اتنا فائدہ پہنچے کہ وہ معمولی انسان جو یہاں آئیں فرشتے بنکر واپس جائیں اور تیری رحمتیں اور برکتیں ان پر بھی ہوں جو یہاں آئیں اور ان پر بھی ہوں جن کا یہاں آنے کا ارادہ تو ہو لیکن وہ کسی وجہ سے نہ آسکیں پھر تیری رحمتیں اور برکتیں ان پر بھی ہوں جو یہاں رہتے ہیں۔ سب رحمتیں اور برکتیں تیرے ہی اختیار میں ہیں۔ ہم تو محتاج ہیں لیکن ہمارے احتیاج کو پورا کرنے کی تجھ میں ہی قدرت ہے تو ہماری احتیاج کو پورا فرما۔ اور ہمیں اپنی برکات سے مالا مال کر"

ہم سورہ صف کی پہلی آیت سبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض کی پیشگوئی کے مطابق خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید دنیا میں از سر نو قائم کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ آؤ آج پھر اس مقدس سرزمین میں عہد کریں کہ ہم اپنی زندگیوں کا ہر لمحہ اس مقصد کی تکمیل میں لگا دیں گے۔ یہاں تک کہ تمام دنیا اللہ کی تسبیح و تحمید سے گونج اٹھے۔

اے جانِ جہانِ ربوہ

مہ و خورشید سے اونچا ہے نشانِ ربوہ
عرش کو چھوتی ہے جا جا کے اذانِ ربوہ
خاکداں والے نہ سمجھیں تو نہ سمجھیں بے شک
آسماں والے سمجھتے ہیں زبانِ ربوہ
جان کے نور سے ہے جسم کی تابانیٔ حسن
جسمِ ربوہ ہے تو محمود ہے جانِ ربوہ
رونقِ خمکدۂ ربوہ ہے اس کے دم سے
ہے جوانوں کا جواں پیرِ مغانِ ربوہ
دیر سے در پہ پڑا ہے ترے تنویرِ حزیں
اک نظر اس پہ بھی اے جانِ جہانِ ربوہ

تحریکِ دعائے خاص

"دعائے مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں"

از حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

(۱)

یاد ہے جبکہ تھے حسنِ آخر "حزبُ المومنین"!
وہ غروبِ شمسِ دینِ حق عشرِ آخریں
دیکھتے پائے تری بھر کر رخصت ہو گیا
شمعِ ایماں جلا کر نورِ دورِ آخریں
ہاتھ ملتے رہ گئے سب عاشقانِ جاں نثار
لے گیا "جانِ جہاں" کو گود میں جاں آفریں
جسمِ اطہر کے قریں مرغانِ بسمل کی تڑپ
سو رہی تھی روحِ اقدس داخلِ خلدِ بریں
جس وقت دیکھا یہ حالت تھی ہر شیدائی کی
سر بہ سینہ چشمِ باراں پشتِ خم اندوہگیں
حسرتیں دلوں میں لیکر صورتیں سب کی سوال
اب کہاں تسکین ڈھونڈیں بے سہارے دل حزیں
وہ لبِ جاں بخش جگر تھم بادلی چپ ہو گئے
ہجر کے ماروں کو اب کوئی جلائے گا نہیں؟
کون دکھلائے گا ہم کو آسمانی روشنی؟
"چودھویں کا چاند" چھپ جائیگا اب زیرِ زمیں
دونوں ہاتھوں سے لٹائے گا خزانے کون اب؟
تشنہ روحیں کس سے لیں گی آبِ فیضانِ معیں

(۲)

اک جوانِ منحنی اٹھا بعزمِ استوار
اشکبار آنکھیں لبوں پر عہدِ راسخ دلنشیں
شوکتِ الفاظ تھرائی ہوئی آواز میں
کرب و غم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
میں کرونگا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی
میں تری تبلیغ پھیلا دوں گا بر روئے زمیں
زندگی میری کٹے گی خدمتِ اسلام میں
وقف کردوں گا خدا کے نام پر جانِ حزیں
یہ ارادے اور اک شانِ محبت دیکھ کر
اس گھڑی بھی محوِ حیرت ہو رہے تھے سامعیں
درد میں ڈوبی ہوئی تقریر سن سکتا تھا جسے
لوگ روتے تھے ملائک کہہ رہے تھے "آفریں"
"چشمِ ظاہر بیں سے پنہاں ہے ابھی اسکی چمک
تیری قسمت کا ستارا بن چکا ماہِ مبیں"

(۳)

سر پہ اک بارِ گراں لینے کو آگے ہو گیا
ناز کا پالا ہوا ماں باپ کا "طفلِ حسیں"
کر نہیں سکتا کوئی انکار عالم ہے گواہ
جو کہا تھا اس نے آخر کر دکھایا بالیقیں
ذاتِ باری کی رضا ہر دم رہی پیشِ نظر
خلق کی پروا نہ کی خدمت سے منہ موڑا نہیں
چیر کر سینے پہاڑوں کے قدم آگے بڑھے
سینہ کوبی پر ہوئے مجبور اعدائے لعیں
دشمنوں کے وار چھاتی پر لئے مردانہ وار
پشت پر ڈستے رہے ہر وقت مارِ آستیں
ایسی باتیں جن سے پھٹ جاتے ہیں پتھر کے جگر
صبر سے سنتا رہا ماتھے پہ بل آیا نہیں
کوئی پوچھے کس گنہ کی اسکو ملتی تھی سزا؟
کس خطا پر تیر برسائے؟ گروہِ ظالمیں!
گریۂ یعقوبؑ نصفِ شب خدا کے سامنے
"صبرِ ایوبیؑ" برائے خلق با خندہ جبیں
صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں
جان کی بازی لگا دی قول پر ہارا نہیں
ارضِ ربوہ جس کی شاہد ہے وہ معمولی نہ تھا
خونِ "فخرُ المرسلیں" تھا بشیرِ ام المومنیں
آج فرزندِ مسیحائے زماں بیمار ہے
دعویدارانِ محبت سو رہے جا کر کہیں؟
قومِ احمد جاگ تو بھی جاگ اسکے واسطے
اَن گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

ہو دعائے دردِ دل سالم رہے قائم رہے
یہ "دعائے احمدِ ثانی" نویدِ اولیں
آمین

(سالم لیکن تندرست)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع میں ایک اہم تقریر فرمائی تھی جسے افادہ احباب کے لئے ذیل میں اپنی ذاتی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہوں۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:

والنازعات غرقاً والناشطات نشطاً والسابحات سبحاً فالسابقات سبقاً فالمدبرات امراً۔ یوم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ ابصارھا خاشعۃ

اس کے بعد فرمایا:

یہ چند آیتیں جو میں نے

سورۃ نازعات

کی پڑھی ہیں، ان میں مومنوں کو ان کے فرائض بتائے گئے ہیں اور انہیں ان ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد ہوتی ہیں۔ یوں تو منہ سے ہر انسان دعویٰ کر سکتا ہے۔ کیونکہ منہ سے دعویٰ کہنا کوئی مشکل امر نہیں۔ بڑے بڑے جھوٹے کو مسیلمہ کذاب بھی اپنے آپ کو نبی کہا کرتا تھا۔ اور اسود عنسی بھی اپنے آپ کو نبی کہا کرتا تھا۔ سجاح بھی اپنے آپ کو نبی کہا کرتی تھی۔ مگر کجا مسیلمہ کذاب کا اپنے آپ کو نبی کہنا، اسود عنسی اور سجاح کا اپنے آپ کو نبی کہنا اور کجا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو نبی کہنا۔ دونوں میں

زمین و آسمان کا فرق ہے

مسیلمہ کذاب نے بھی اپنے آپ کو نبی کہا اسی طرح اسود عنسی اور سجاح نے بھی اپنے آپ کو نبی کہا۔ مگر انسانی قلوب میں اتنا تغیر بھی پیدا نہ ہوا جتنا تغیر ایک تالاب میں چھوٹی سی کنکری پھینکنے سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو زمین ہل گئی صرف عرب کی زمین ہی نہیں بلکہ

ساری دنیا کی زمین ہلی

اور اس میں ایک ایسا زلزلہ پیدا ہوا۔ جو آدم سے لے کر اس وقت تک نہیں آیا تھا۔ جیسا کہ انہی آیات میں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں اسی زلزلہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفۃ تو اس دن کو یاد کرو جس دن یہ زمین کانپ اٹھے گی۔ اور پھر یہ زمین صرف ایک دفعہ نہیں ہلے گی بلکہ بار بار ہلتی چلی جائے گی۔ چنانچہ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو

والنازعات غرقاً کی مصداق قوم

عطا کی گئی۔ اور آپ کی قوم نے سرزمین عرب کو ہلانے کا فیصلہ کیا تو بدر کی جنگ ہوئی۔ اُحد کی جنگ ہوئی۔ احزاب کی جنگ ہوئی۔ اور ان کے درمیان اور بیسیوں جنگیں لڑی گئیں۔ اور آخر مکہ فتح ہو گیا۔ غرض محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زمین ایک دفعہ نہیں ہلی بلکہ ہلتی چلی گئی۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ مجھ پر ایسا بوجھ لاد دیا گیا ہے جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اس لئے وہ کانپتی تھی اور بار بار کانپتی تھی۔ یہ زمانہ بھی جس میں سے ہم گزر رہے ہیں ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کی خدمت کا کام جماعت احمدیہ کے سپرد کیا ہے۔ اور یہ کام اتنا عظیم الشان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سپرد کرنی چاہی مگر انہوں نے اس کے اٹھانے سے بڑی گھبراہٹ کا اظہار کیا (احزاب ع ۹) اس میں "ابین" کے معنی انکار کے نہیں بلکہ ایسی گھبراہٹ کے ہیں جس میں اگر انسان کی اپنی مرضی کا دخل ہو تو وہ ضرور انکار کر دے۔ غرض وہی چیز جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑوں نے بڑی گھبراہٹ کا اظہار کیا تھا۔ اب

اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے تحت

آپ کے سپرد کی گئی ہے اور جس طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ایک شخص اس زمانہ میں آپ کا بروز کہلایا ہے۔ اسی طرح آپ کے صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والی جماعت آپ کے صحابہ کی بروز کہلاتی ہے۔ جس طرح دنیا کی حالت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اسی طرح اس زمانہ میں بھی ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی زمین و آسمان

اور یہودیوں نے آپ کی تعلیم کو حاصل کرنے سے بڑی گھبراہٹ کا اظہار کیا تھا۔ اور اس زمانہ میں بھی جو بوجھ آپ لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ اسکے متعلق کوئی بے وقوف ہی دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ میں اسے اٹھا لونگا۔ ال

سمجھدار اور عقلمند انسان

انشاءاللہ کہہ کر اور ڈرتے ہوئے دل کے ساتھ کہتا ہے کہ میں اسے اٹھاتا ہوں کیونکہ بغیر اسکے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بوجھ کے اٹھانے کی توفیق دے اور مدد کرے میں خود اسے نہیں اٹھا سکتا۔ ذہنی و روحانی کے باشندے اپنی طاقت سے نہ اس بوجھ کو پہلے اٹھا سکتے تھے۔ اور نہ اپنی طاقت سے اب اٹھا سکتے ہیں۔ دیکھو مسلمانوں نے کچھ عرصہ کی جدوجہد کے بعد کس طرح اس بوجھ سے آزاد ہونے کی کوشش کی۔ اسی حالت کا خطرہ اب آپ لوگوں کے لئے بھی ہے۔ ممکن ہے کچھ وقت تبلیغ کرنے کے بعد جماعت کے بڑے اور چھوٹے سست ہو جائیں۔ اور وہ اس بوجھ کو اتارنے کی کوشش کریں۔ اور تبلیغ کا کام چھوڑ دیں۔ آج تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے بڑے فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ

ہم ہر جگہ تبلیغ کا کام کر رہے ہیں

اگر کوئی پوچھے کہ یورپ میں کون تبلیغ کر رہا ہے تو آپ لوگ کہتے ہیں ہم۔ اگر کوئی پوچھے کہ افریقہ میں کون تبلیغ کر رہا ہے تو آپ لوگ کہتے ہیں ہم۔ اگر کوئی پوچھے کہ فلپائن میں کون تبلیغ کر رہا ہے تو آپ لوگ کہتے ہیں ہم۔ اگر کوئی پوچھے کہ انڈونیشیا میں کون تبلیغ کر رہا ہے تو آپ لوگ کہتے ہیں ہم۔ اگر کوئی پوچھے کہ سیلون میں کون تبلیغ کر رہا ہے تو آپ لوگ کہتے ہیں ہم۔ اگر کوئی پوچھے کہ امریکہ میں کون تبلیغ کر رہا ہے تو آپ لوگ کہتے ہیں ہم۔ اگر کوئی پوچھے کہ برٹش گی آنا۔ فرنچ گی آنا اور ڈچ گی آنا میں کون تبلیغ کر رہا ہے تو آپ لوگ کہتے ہیں ہم۔ لیکن اگر خدانخواستہ ہم سے تبلیغ میں کوتاہی ہوئی۔ اور ہم نے اپنے اس فرض کو ادا کرنا چھوڑ دیا۔ تو ہماری وہی حالت ہوگی جس کا ایک پوربیا نے مظاہرہ کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب کوئی پوربیا مر جاتا ہے۔ تو اس کے سارے رشتہ دار اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی بیوی بین کرتی جاتی ہے کہ مرنے والے کا فلاں فلاں قرضہ کون ادا کریگا۔ یا اس نے فلاں سے جو قرض لیا تھا اسے کون وصول کرے گا۔ ایک دفعہ ایک پوربیا مرا تو اسکے تمام رشتہ دار جمع ہوئے۔ اس کی بیوی نے بین کرتے ہوئے کہا اس نے فلاں سے اتنا روپیہ لینا تھا۔ اب کون لیگا۔ اس پر ایک پوربیا کود کر آگے آگیا اور کہنے لگا اری ہم رہا ہم۔ بیوی نے پھر کہا اس نے فلاں مکان فلاں کو دیا تھا وہ اب واپس کون لے گا۔ تو وہی پوربیا کہنے لگا اری ہم رہا ہم۔ اسی طرح اس عورت نے وہ ساری رقوم گنوائیں جو مرنے والے نے دوسروں سے لینی تھیں اور وہی پوربیا جواب میں کہتا رہا۔ اری ہم رہا ہم۔ اس کے بعد اس عورت نے کہا اری مرنے والے نے فلاں کی اتنی رقم دینی تھی۔ وہ اب کون دیگا۔ تو وہ پوربیا پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا اری میں ہی بولتا جاؤں؟ یا کوئی اور بھی بولے گا۔ یہی پوربیا والا حال تمہارا بھی نہ ہو۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تبلیغ کا جوش دیا ہے۔ اور جماعت ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کر رہی ہے۔ اور اسوقت یہ حالت ہے کہ اگر کوئی کہے کہ انڈونیشیا میں کون تبلیغ کر رہا ہے تو تم کہتے ہو کہ اری ہم رہے ہم۔ اگر کوئی کہے کہ ملایا میں کون تبلیغ کر رہا ہے۔ تو تم کہتے ہو اری ہم رہے ہم لیکن

اگر جماعت پر سستی کا وقت آیا

تو تم کہو گے کوئی اور بھی بولے۔ یا ہم اکیلے ہی بولتے چلے جائیں۔ یہ سارا بوجھ اب تک ہم نے ہی اٹھایا ہوا تھا اب کوئی اور بھی تو اٹھائے۔ اب کوئی اور بھی تو جرمنی جائے اور اسلام کی تبلیغ کرے۔ مگر یاد رکھو دلہن ہمیشہ دولہا کے گھر ہی بسا کرتی ہے۔ ہمسایہ کے گھر میں نہیں بسا کرتی۔ یا یوں کہو کہ دولہا کے گھر دلہن ہی بسا کرتی ہے ہمسائی نہیں بسا کرتی۔ مساجد کا کام ہماری دلہن ہے۔ اور اس نے ہمارے ہی گھر آنا ہے کسی اور کے گھر نہیں جانا۔ یہ ہماری بے غیرتی ہوگی۔ کہ یہ کام کسی اور کے گھر چلا جائے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں آسمانی بادشاہت کو دلہن سے تشبیہ دی ہے (متی باب ۲۵)

کہ عیسائیوں نے تو غفلت سے کام لیا اور چرچ کو شیطان کے سپرد کر دیا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ دلہن کو دولہا کے سوا کسی اور کے سپرد کر دیا۔ لیکن ہمارا کام یہ ہے کہ ہم مساجد کو ہمیشہ خدا تعالیٰ کے لئے آباد رکھیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ مساجد اس لئے ہیں۔ کہ ان میں میرا ذکر بلند ہو۔ پس

جب ہم مساجد بناتے ہیں

تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم دلہن کو اس کے دولہا کے سپرد کرتے ہیں۔ اور جب مساجد بناتے ہیں لیکن وہ دکھاتے ہیں تو اسکے معنے یہ ہوتے ہیں کہ ہم دلہن کو دولہا کے پاس پہنچانے میں سستی سے کام لیتے ہیں۔ دنیا میں دیکھ لو اگر کسی کی دلہن کو غیر کے سپرد کر دیا جائے تو کتنا اندھیر مچ جاتا ہے۔ اگر تم کسی کی بیوی اٹھا کر کسی اور کے سپرد کر دو تو تمہارے خلاف اغوا کا کیس بن جائیگا۔ عدالت میں مقدمہ چلے گا اور تمہیں قید کی سزا ہوگی۔ اور دنیا میں جو تمہاری رسوائی ہوگی وہ الگ ہے اسی طرح اس کام میں سستی کرنا یعنے مساجد نہ بنانا اور چرچ بننے دینا ایسی آفت ہے کہ ساری دنیا تم پر تھوکے گی اور تمہاری طرف دیکھ کر تھو تھو کرے گی۔ اور وہی لوگ جو اس وقت تمہاری تعریف کرتے ہیں تمہیں برا بھلا کہنے لگ جائینگے مثلاً ہالینڈ اور جرمنی وغیرہ کے لوگ جو اس وقت ہمارے احسان مند ہیں کہ تم نے انہیں خدائے واحد کی طرف بلایا۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ احمدیوں پر رحم کرے کہ انہوں نے ہمیں

خدا تعالیٰ کا دین سکھایا

اگر ہم نے مساجد بنانے میں سستی کی تو وہ کہیں گے کہ انہوں نے روشنی دکھا کر پھر اندھیرا کر دیا۔ اگر ہم اندھیرے میں ہی رہتے تو شاید ہم اسے برداشت کر لیتے لیکن اب انہوں نے روشنی دکھا کر اندھیرا کر دیا جو ہمارے برداشت کرنا ممکن ہے کیونکہ روشنی کے بعد اگر اندھیرا ہو جائے تو انسان سخت تکلیف محسوس کرتا ہے پس تم اس بات سے ڈرو کہ اگر تبلیغ میں کمی واقع ہوئی تو تم پر بڑی مصیبتیں آئیں گی لیکن اگر تم دعاؤں میں لگے رہو۔ تو ممکن ہے کہ آپ لوگوں کو قیامت تک خدمت اسلام کی توفیق ملتی چلی جائے۔ آخر صحابہ کرامؓ کو بھی ۱۲۰۰ سال تک تبلیغ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبعین کو تو ۱۹۰۰ سال تک تبلیغ کا موقعہ ملا ہے

بظاہر دنیا کی جو حالت ہے

اسے دیکھ کر مزید ۱۹۰۰ سال کی زندگی کی کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ اگر دنیا اپنے اندرونی حالات کی وجہ سے جیسا کہ حسابدان کہتے ہیں یا بیرونی اثرات کی وجہ سے جو ایٹم یا ہائیڈروجن بم کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں ہلاک ہو گئی۔ تو آپ لوگوں سے کوئی سوال کرنے والا زندہ ہی نہیں رہے گا۔ لیکن اگر سوال کرنے والے زندہ رہے تو ۱۹۰۰ سال تک تو عیسائی لوگ آپ لوگوں پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو حضرت مسیح علیہ السلام کا جوا ۱۹۰۰ سال تک اٹھاتے چلے آئے لیکن تم ایک ہزار سال تک بھی یہ کام جاری نہ رکھ سکے ہاں اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والے مسلمانوں کو آپ ۱۹۰۰ سال تک لے جائیں تو تم سے کم اتنا تو ہو سکتا ہے۔ کہ آپ عیسائیوں کے سامنے سر اٹھا سکیں۔ لیکن فخر اس بات میں ہے کہ آپ

تبلیغ کے کام کو قیامت تک جاری رکھیں

اس میں کوئی کمزوری نہ آنے دیں۔ پس آپ لوگ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں محنت کریں اور اپنے فرض کو پوری طرح ادا کریں۔ اور یاد رکھیں کہ اس فرض کا ادا کرنا مصیبت نہیں بلکہ آپ لوگوں کے لئے فخر کا موجب ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب صحابہ کرام کو آپ کی خدمت کا موقعہ ملتا تھا یا اسلام کی خدمت کا موقعہ ملتا تھا۔ تو وہ اسے مصیبت خیال نہیں کرتے تھے بلکہ فخر محسوس کرتے تھے۔ کہ ہمیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کا موقعہ ملا ہے۔ یا خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کا موقعہ ملا ہے اور اس فرض کیلئے وہ بڑی سے بڑی قربانی کرنے کیلئے تیار رہتے تھے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب

جنگ احد

کے لئے تشریف لے گئے تو ابتداء میں اسلامی لشکر کو فتح حاصل ہوگئی تھی۔ لیکن بعد میں مسلمانوں سے غلطی ہوئی جس کے نتیجہ میں کفار نے مسلمانوں پر پلٹ کر پیچھے سے حملہ کر دیا اور اتنا سخت حملہ کیا کہ ان کے قدم اکھڑ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ آپ شہید ہو گئے ہیں۔ احد مدینہ سے قریب ہی واقع ہے۔ اس لئے وہاں سے بھاگ کر لوگ مدینہ پہنچے اور انہوں نے وہاں یہ خبر پھیلا دی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سنکر

مدینہ کے مرد عورتیں اور بچے

دیوانہ وار احد کی طرف بھاگے۔ تاکہ آپ کی آخری بار زیارت کر سکیں۔ اکثر لوگوں کو تو آپ کی سلامتی کی خبر راستہ میں ہی مل گئی اور وہ رک گئے۔ مگر ایک عورت دیوانہ وار آگے بڑھتے ہوئے احد مقام تک پہنچ گئی۔ احد کی جنگ میں اس عورت کا باپ خاوند اور بھائی تینوں مارے گئے تھے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا۔ اب وہ دیوانہ وار احد کی طرف جا رہی تھی۔ تو لوگوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا علم ہو چکا تھا اور لشکر کے تمام افراد نے آپ کو زندہ دیکھ لیا تھا۔ اس لئے صحابہ آپ کی ذات کے متعلق مطمئن تھے۔ لیکن اس عورت کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ وہ دوڑ کر ایک صحابیؓ کے پاس پہنچی اور پوچھا کہ بتاؤ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا کیا حال ہے چونکہ وہ صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مطمئن تھے۔ اس لئے انہوں نے کہا بی بی مجھے بڑا افسوس ہے کہ تیرا باپ اس جنگ میں مارا گیا ہے۔ اس عورت نے کہا میں تجھ سے اپنے باپ کے متعلق نہیں پوچھتی مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ اس پر اس صحابی نے کہا۔ بی بی مجھے بڑا افسوس ہے کہ تیرا خاوند بھی اس جنگ میں مارا گیا ہے۔ اس عورت نے کہا تم بھی عجیب آدمی ہو۔ میں تم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کرتی ہوں اور تم مجھے میرے باپ اور میرے خاوند کی موت کی خبر دیتے ہو۔ اس نے کہا۔ بی بی مجھے بڑا افسوس ہے کہ تیرا بھائی بھی اس جنگ میں مارا گیا ہے۔ اس نے کہا

خدا کیلئے تم مجھے یہ بتاؤ

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے اس نے کہا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو خدا تعالے کے فضل سے خیریت سے ہیں اس عورت نے کہا۔ الحمد للہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو مجھے اپنے باپ اور بھائی اور خاوند کی موت کی کوئی پرواہ نہیں۔ پھر اس نے کہا مجھے بتاؤ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہاں۔ اس پر اس صحابیؓ نے آپ کی طرف انگلی کا اشارہ کیا اور کہا آپ وہ ہیں۔ اس پر وہ عورت آپؐ کی طرف بھاگ کر گئی اور اس نے آپ کے دامن کو پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ آپ نے یہ کیا کیا۔ یہ فقرہ بظاہر بے معنی تھا۔ لیکن درحقیقت یہ غلط نہیں تھا۔ بلکہ عورتوں کے محاورہ کے مطابق بالکل درست تھا۔ اور

اس کا مطلب یہ تھا

کہ یا رسول اللہ آپ جیسا وفادار انسان ہم کو یہ صدمہ پہنچانے پر کس طرح راضی ہو گیا۔ پھر اس عورت نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ جب آپ سلامت ہیں تو کسی اور کی موت کی ہمیں کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ تو دیکھو ان لوگوں میں اس قدر اخلاص جوش اور ایمان تھا کہ ہر خدمت جو وہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرتے تھے اس میں اپنی عزت اور فخر محسوس کرتے تھے چنانچہ اسی قسم کی فدائیت کی ایک اور مثال بھی تاریخ سے ملتی ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ شہداء کو دفن کر کے مدینہ واپس لوٹے تو عورتیں اور بچے شہر سے باہر استقبال کے لئے نکل آئے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی باگ

حضرت سعدؓ بن معاذ نے پکڑی ہوئی تھی احد میں ان کا ایک بھائی بھی مارا گیا تھا۔ شہر کے پاس انہیں اپنی بڑھی ماں جس کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ ملی تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ میری ماں۔ یا رسول اللہ میری ماں۔ آپ نے فرمایا خدا تعالے کی برکتوں کے ساتھ آئے۔ بڑھیا آگے بڑھی اور اس نے اپنی کمزور اور چندھی ہوئی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شکل نظر آ جائے۔ آخر اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پہچان لیا اور خوش ہو گئی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مائی مجھے تمہارے بیٹے کی شہادت پر تم سے ہمدردی ہے۔ اس پر اس عورت نے کہا یا رسول اللہ میں نے آپ کو سلامت دیکھ لیا تو گویا میں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا۔ ایسے موقع پر

ہر عورت چاہتی ہے

کہ کوئی شخص آئے اور اس سے ہمدردی کرے لیکن اس عورت سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمدردی کا اظہار کیا تو اس نے کہا یا رسول اللہ آپ میرے بیٹے کا کیا ذکر کرتے ہیں آپ سلامت واپس آ گئے ہیں تو مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ آپ یوں سمجھیں کہ میں نے مصیبت کو بھون کر کھا لیا ہے۔ تو صحابہؓ شہید ہونا خدا کی راہ میں جان دینا اپنی خوش قسمتی خیال کرتے تھے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو کسی کام کے لئے باہر بھیجا۔ بعد میں

جنگ تبوک کا واقعہ

پیش آ گیا۔ یہ جنگ نہایت خطرناک تھی۔ روم کی حکومت اس وقت ایسی ہی طاقتور تھی جیسے آجکل امریکہ اور روس کی حکومتیں ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک چھوٹی سی فوج لے کر اتنی بڑی حکومت کے مقابلہ میں جانا پڑا۔ مدینہ میں بہت تھوڑے مسلمان تھے اور پھر ارد گرد کے لوگ بھی اکٹھے نہیں تھے۔ لیکن اگر وہ اکٹھے ہو جاتے بھی تو قیصر روما کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمام لوگ جنگ کے لئے چلیں۔ جب اسلامی لشکر روانہ ہو گیا تو وہ صحابی جنہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے باہر کام کے لئے بھیجا ہوا تھا واپس آئے۔ جوان آدمی تھے نئی نئی شادی ہوئی ہوئی تھی ایک عرصہ کی جدائی کے بعد جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی کو صحن میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ سیدھے اس کی طرف گئے اور اس سے بغلگیر ہونا چاہا۔ مگر بیوی نے ان کی محبت کا جواب دینے کی بجائے ان کے سینہ پر زور سے دو ہتڑ مارا اور پیچھے دھکا دے کر کہا

خدا کا رسول

تو میدان جنگ میں گیا ہوا ہے اور تمہیں اپنی بیوی سے پیار سوجھ رہا ہے۔ خدا کی قسم جب تک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیریت سے واپس نہیں آ جاتے میں تمہاری شکل تک نہیں دیکھوں گی۔ وہ صحابیؓ اسی وقت گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر اسلامی لشکر سے جا ملے۔ اور پھر اسی وقت گھر واپس آئے جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دوسرے صحابہ کے ساتھ فتح مند ہو کر واپس لوٹے غرض

یہ وہ لوگ تھے

جنہوں نے ہر خطرہ کے موقع پر اپنی جان کو بلا دریغ خطرہ میں ڈالدیا۔ کوئی تکلیف اور دکھ انہیں ایسا نہیں پہنچا جسے انہوں نے تکلیف اور دکھ جانا ہو۔ بلکہ جب بھی کوئی خدمت کا موقع آتا وہ اپنی جان [illegible] بھی معمولی سمجھتے۔ حضرت عثمان بن مظعون کے متعلق تاریخ میں آتا ہے کہ [illegible] بہت بڑے رئیس تھے وہ مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ وہاں جب یہ افواہ پہنچی کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے

ہیں۔ تو وہ واپس آ گئے۔ واپسی پر ان کے باپ کے ایک دوست رئیس نے انہیں پناہ دے دی۔ جب انہوں نے مسلمانوں کو مظالم سہتے دیکھا تو انہوں نے اس پناہ کو واپس کر دیا۔ اس رئیس نے کہا دیکھو تم میری پناہ واپس نہ کرو۔ اگر تم میری پناہ واپس کرو گے۔ تو مکہ والے تمہیں تنگ کریں گے

عثمانؓ بن مظعون نے کہا

جب میرے سامنے مسلمان غلاموں اور غریب مسلمانوں کو مار پڑتی ہے تو انہیں دیکھ کر مجھے بڑی شرم آتی ہے۔ اور میرا دل مجھے ملامت کرتا ہے کہ تیرا بیٹا ہو، تیرے بھائی تو اسلام کی وجہ سے مختلف تکالیف اٹھا رہے ہیں اور تم کسی رئیس کی پناہ میں رہ کر مزے کر رہے ہو۔ تم اپنی پناہ واپس لے لو تا میرا دل مجھے آئندہ کے لئے ملامت نہ کرے۔ اس رئیس نے جواب دیا اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو میں واپس لے لیتا ہوں چنانچہ اس رئیس نے خانہ کعبہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ آج میں عثمان بن مظعون کی پناہ واپس لیتا ہوں

مکہ میں یہ قاعدہ تھا

کہ جب کوئی شخص کسی کو پناہ دے دیتا تھا۔ تو اس شخص کو جو بھی تکلیف دیتا۔ اسے پناہ دینے والے کے قبیلے سے لڑنا پڑتا تھا۔ لیکن جب وہ اپنی پناہ واپس لے لیتا۔ تو یہ قید اٹھ جاتی۔ عرب کا ایک مشہور شاعر لبید گزرا ہے۔ وہ بعد میں اسلام بھی لے آیا۔ اور اس نے ۱۴۰ سال کی عمر پائی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی وہ ایک لمبے عرصہ تک زندہ رہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس سے شعر سنا کرتے تھے اور صحابہؓ میں سے بھی کسی کو کوئی رتبہ تھا۔ وہ اکثر جاتے اس سے شعر سنتے۔ اور اسے انعام دیتے۔ جب حضرت عثمان بن مظعون نے پناہ واپس کر دی تو اگلے دن لبید مکہ میں آیا۔ اور اس نے ایک محفل میں شعر سنانے شروع کئے حضرت عثمان بن مظعون بھی وہاں پہنچ گئے۔ محفل میں بڑے بڑے رؤساء بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سب لوگ لبید کو داد دے رہے تھے۔ شعر پڑھتے پڑھتے لبید نے یہ مصرع پڑھا کہ

الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطل

یعنی اے لوگو اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز تباہ ہونے والی ہے۔ اس پر حضرت عثمان بن مظعون کہنے لگے "صدقت" لبید تو نے سچ کہا ہے لبید کو یہ بات بہت بری لگی کہ وہ اتنا بڑا شاعر ہے۔ اور یہ نوعمر نوجوان اسے داد دے رہا ہے۔ لیکن اس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ اور یہ دوسرا مصرع پڑھ دیا کہ

وکل نعیم لا محالۃ زائل

یعنی ہر نعمت آخر تباہ ہو جانے والی ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون پھر بول پڑے اور کہنے لگے "کذبت" تو نے جھوٹ بولا ہے۔ جنت کی نعمتیں کبھی تباہ نہیں ہوں گی لبید کو اس بات سے آگ لگ گئی اور اس نے کہا۔ مکہ والو تم کب سے بد اخلاق ہو گئے ہو۔ پہلے تو اس نوجوان نے مجھے داد دی اور پھر اس نے مجھے جھوٹا کہا۔ میں اس کے باپ کے برابر ہوں۔ اس کے لئے مجھے جھوٹا کہنا جائز نہیں تھا۔ کیا تم اپنے بڑوں کی ہتک کرنے لگ گئے ہو۔ مکہ والوں نے چونکہ اسے خود بلایا ہوا تھا۔ اس لئے اس کی اس تقریر سے اشتعال پیدا ہو گیا۔ اور ایک نوجوان نے غصہ میں حضرت عثمان بن مظعون کی آنکھ پر مکا مارا۔ جس سے ان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ انہیں پناہ دینے والا شخص وہیں موجود تھا۔ اس نے یہ نظارہ دیکھا تو کہنے لگا عثمان کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم میری پناہ واپس نہ کرو۔ مکہ والے تمہیں تنگ کریں گے۔ لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ اور پناہ واپس کر دی اب

تم نے اس کا نتیجہ دیکھ لیا

کہ تمہاری ایک آنکھ ضائع ہو گئی ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون نے کہا۔ آخر ہوا کیا۔ خدا کی قسم میری تو دوسری آنکھ بھی چاہ رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے رستے میں کوئی اسے بھی

پھوڑ دے۔ یہ ان لوگوں کی کیفیت تھی جو اسلام کی راہ میں دکھ اٹھانے میں ایک فخر اور لذت محسوس کرتے تھے۔ یہی طریق آپ لوگوں کا ہونا چاہئے اگر آپ لوگوں کو کوئی دکھ پہنچے تو دنیا چلایا نہ کریں۔ جماعت کے بعض دوست ایسے ہیں کہ اگر انہیں کوئی گالی بھی دیدے۔ تو وہ مجھے لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ ہم بہت سے مصائب میں مبتلا ہیں۔ اور تحقیق پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہیں جا رہے تھے۔ کہ رستہ میں ایک دوست آ گیا کہ مرزائی بڑے کافر ہیں۔ لیکن حضرت عثمان بن مظعون کی آنکھ نکل جاتی ہے۔ تکلیف سے وہ نڈھال ہو رہے ہوتے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں خدا کی قسم! میری تو دوسری آنکھ بھی اس بات کا انتظار کر رہی ہے۔ کہ کوئی دشمن اسے بھی پھوڑ دے۔ حضرت عثمان بن مظعون کے

اس شاندار فقرہ کا یہ اثر تھا

کہ جب آپ فوت ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا جا اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے پاس۔ گویا آپ نے حضرت عثمان بن مظعون کو اپنا بیٹا قرار دیا۔ اور ان کی یاد کو ایک لمبے عرصہ تک قائم رکھا۔ تو دین کی راہ میں جو مصائب آئیں۔ ان کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ لوگ ہمت ہار کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ ان کے نتیجہ میں اور زیادہ زور سے کام کرنا چاہئے۔ سورۃ نازعات جس کی چند آیات میں نے ابھی پڑھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس میں یہی بیان فرمایا ہے کہ

مومن وہی ہوتا ہے

جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنا سارا زور لگا دیتا ہے۔ اور جس کام میں وہ لگا ہوا ہوتا ہے اسی میں وہ غرق ہو جاتا ہے۔ اگر دنیا میں کوئی ایسی جماعت ہو تو اس کو کیا پتہ لگ سکتا ہے کہ اس کے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ دنیا میں کئی لوگ ایسے نظر آتے ہیں کہ جن کے سامنے ان کے گھروں کو آگ لگ جاتی ہے۔ تو انہیں اس کا علم تک نہیں ہوتا۔ اور وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہو گیا۔ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی اور کام میں اتنے محو ہوتے ہیں۔ کہ انہیں کسی دوسری چیز کا علم ہی نہیں ہوتا۔ یہ محویت مختلف لوگوں میں مختلف رنگوں میں دکھائی دیتی ہے۔

ڈاکٹر جانسن

جنہوں نے انگریزی میں لغت لکھنی شروع کی تھی۔ ان کے متعلق ان کے ایک دوست جو مشہور مصنف ہیں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اس جگہ گیا جو ڈاکٹر جانسن کو بہت پسند تھی۔ اور میں نے دیکھا کہ بارش ہو رہی ہے اور ڈاکٹر جانسن اپنا ہاتھ باہر نکالے کھڑا ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ ڈاکٹر یہ تم کیا کر رہے ہو اس نے جواب دیا۔ کہ میں شام کے بعد سے یہاں کھڑا ہوں اور روزانہ یہاں آ کر کھڑا ہوتا ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک دفعہ کوئی غلطی کی تو میرے باپ نے مجھے سزا کے طور پر یہاں کھڑا کیا تھا۔ میں نے اس سزا کو بہت برا محسوس کیا اور سزا قبول کرنے کی بجائے میں کہیں باہر چلا گیا۔ اب جب میں بڈھا ہو گیا ہوں۔ تو مجھے یاد آتا ہے کہ اگر میں اپنے باپ کی بات مان لیتا۔ تو اچھا تھا۔ میں اس غلطی کا کفارہ ادا کرنے کے لئے روزانہ یہاں آتا ہوں۔ تو دیکھو بعض لوگوں کے دلوں میں احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی غلطی کی ہے یا یہ کہ ان کا کوئی فعل خدا تعالیٰ کے منشاء کے مقابلہ میں غلطی کہلائے گا۔ تو وہ اس کا کفارہ ادا کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو بھی

اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے

تو خدا تعالیٰ سے دعا کیا کریں کہ وہ اسے دور کرے لیکن اس تکلیف کے وقت واویلا کرنا ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے کوئی ماں اپنے بچے کو مارے تو وہ محلہ والوں کو بلانا شروع کر دے۔ اگر وہ بچہ ماں کے مارنے پر چپ رہتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر وہ شور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے میری ماں نے مارا ہے تو یہ درست نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر تمہیں کوئی

تکلیف دیتی ہے تو خدا تعالیٰ کے آگے گڑگڑاؤ اور اس سے دعا کرو۔ لیکن اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ دوسروں کے آگے رونا شروع کر دیتا ہے تو

اس کے معنے یہ ہوتے ہیں

کہ وہ لوگوں میں خدا تعالیٰ کا شکوہ کرتا ہے اور اس کی رضا پر راضی رہنا پسند نہیں کرتا۔ صحیح طریق یہی ہوتا ہے کہ وہ اس تکلیف کو برداشت کرے اور خدا تعالیٰ کے سامنے اس کے ازالہ کے لئے دعا کرتا رہے۔ غرض سورۃ نازعات میں خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مومن وہی ہے جو اپنے کام میں اس طرح محو ہو جائے کہ اسے اپنے گردوپیش کا بھی علم نہ رہے گردوپیش سے بے خبر اپنے کام میں محو ہو جانے والا ہی سچا مومن اور اصل صداقت کو کھینچ لانے والا ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص قرآن کریم پڑھتا ہے اور اس کا دماغ کسی اور طرف متوجہ ہوتا ہے وہ سورۃ نازعات میں بیان کردہ صداقت پر عمل نہیں کرتا۔ سورۃ نازعات پر

وہی شخص عمل کرتا ہے

جو نماز پڑھتا ہے یا دعا کرتا ہے یا قرآن کریم پڑھتا ہے تو اس میں اتنا غرق ہو جاتا ہے کہ اسے یہ علم تک نہیں ہوتا کہ اس کے گردوپیش کیا ہو رہا ہے۔ اگر یہ کیفیت کسی کو نصیب نہیں ہوتی تو اس کی وہی حالت ہوتی ہے جو ایک دنیا دار ملاں کی تھی۔ لکھتے ہیں

حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ

سفر کرتے ہوئے ایک جگہ پہنچے تو نماز ہو رہی تھی وہ بھی نماز میں شامل ہو گئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد نماز توڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت باوا نانکؒ روحانی آدمی تھے اور امام الصلوٰۃ کوئی دنیا دار آدمی تھا۔ جب نماز ہو چکی تو کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے نماز کیوں توڑ دی تھی۔ انہوں نے کہا۔ مولوی صاحب نماز پڑھا رہے تھے پہلے جہلم کی طرف چلے گئے پھر گجرات کی طرف چلے گئے پھر انہوں نے بھینس خریدی اور اس کا دودھ بیچا پھر وہ بھینسیں خریدیں اور ان کا دودھ بیچا اور آخر ان کی آمد سے ایک محل تیار کیا میں ایک بوڑھا انسان ہوں۔ میں ان کے پیچھے پیچھے کیسے چلتا۔ میں تو تھک کر الگ ہو گیا۔

حقیقت یہ تھی

کہ جب امام نماز پڑھا رہا تھا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ کل عید کا دن ہے لوگ مجھے عیدی دیں گے۔ میں اس سے ایک بھینس خریدوں گا۔ مگر اچھی بھینس یہاں سے نہیں مل سکتی اس لئے کہیں باہر جاؤں گا۔ چنانچہ پہلے جہلم کا خیال آیا پھر سوچا کہ مہنگی ہے جہلم میں بھی بھینس نہ ملے۔ بہتر ہے کہ گجرات چلیں۔ وہاں سے امید ہے کہ اچھی سی بھینس مل جائے گی۔ پھر اس کی آمد سے ایک اور بھینس خریدوں گا۔ جب بہت سی بھینسیں جمع ہو جائیں گی تو ان کی آمد سے ایک کوٹھی تیار کروں گا۔ وہ نماز پڑھا رہا تھا۔ اور یہ خیالات اس کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے۔ حضرت باوا نانکؒ پر اپنی روحانیت کی وجہ سے امام الصلوٰۃ کے یہ خیالات منکشف ہو گئے اور انہوں نے نماز توڑ دی اور کہا کہ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ میں کہاں کہاں سفر کرتا پھرتا پھروں پس

اپنے اندر اخلاص پیدا کرو

اور سچائی کے پھیلانے کے لئے پورے ثبات اور محبت سے کام لو۔ ہر شخص نے مرنا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اسلام کا جو حال ہوگا اس کا کسی کو علم نہیں۔ لیکن اگر آنے والا خطرہ ہمیں دنیا میں ہی نظر آ جائے تو اس سے ہمارے دل کو بہت تقویت حاصل ہوگی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو لوگوں نے کہا تھا کہ اپنے بیٹے یوسفؑ کے غم میں پاگل ہو گیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تو اپنے بیٹے کا غم تھا اور

193

مجھے اسلام کا غم ہے

میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ابھی تو صرف لنڈن، ہیمبرگ۔ جرمنی اور ہیگ میں ہی مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔ مگر جلد ہی فرینکفورٹ جرمنی میں ایک مسجد تعمیر ہوگی وزبرگ جرمنی میں ایک مسجد تعمیر ہوگی۔ نیورنبرگ جرمنی میں ایک مسجد تعمیر ہوگی۔ روم میں ایک مسجد تعمیر ہوگی۔ نیپلز میں ایک مسجد تعمیر ہوگی۔ تین مساجد سکنڈے نیویا میں بنیں گی۔ تم کہو گے یہ بڈھا سٹھیا گیا ہے۔ ابھی یورپ میں صرف تین مساجد بنی ہیں اور یہ آٹھ مساجد اور بنا رہا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میں نظر پر کرتا ہوا مساجد کی تعداد کم کر گیا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو میں

پچاس مساجد یورپ میں بنواؤں گا

تاکہ وہاں ہر بڑے شہر میں مسجد موجود ہو۔ باوا نانکؒ تو ایک دنیا دار ملاں کے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ اس کا ساتھ نہ دے سکے لیکن تم ایک ایسے آدمی کے پیچھے لگے ہوئے ہو جس کو یورپ میں اسلام پھیلانے اور مساجد تعمیر کرنے کا شوق ہے۔ بلکہ پچاس مساجد بھی کم سے کم اندازہ ہے۔ میرا خیال تو اس سے بھی بلند جایا کرتا ہے پچاس مساجد پر ایک کروڑ روپیہ لگتا ہے جو اس وقت ہمارے پاس موجود نہیں لیکن اگر تم اپنے رشتہ داروں کو تبلیغ کر کے انہیں احمدیت میں داخل کرو تو ایک کروڑ روپیہ کا مہیا ہونا کوئی مشکل امر نہیں۔ مثلاً

صدر انجمن احمدیہ کا سالانہ بجٹ

پچھلے سال بارہ لاکھ تھا۔ اس سال وہ پچاس ساٹھ لاکھ ہو جائے اور دو تین سال کے اندر اس کی مقدار تین کروڑ ہو جائے تو ایسی صورت میں اگر ہم ⅓ حصہ بھی مساجد کی تعمیر کے لئے رکھیں تو ایک کروڑ روپیہ ہر سال نکل سکتا ہے اور ہر سال پچاس مساجد تعمیر کی جا سکتی ہیں اور اگر ہم ہر سال پچاس مساجد تعمیر کر سکیں تو پانچ سال کے عرصہ میں اڑھائی سو مساجد بن سکتی ہیں۔ اگر اڑھائی سو مساجد یورپ میں تعمیر ہو جائیں تو اس کے چپہ چپہ پر خدا تعالیٰ کی تکبیر کی صدا بلند ہو سکتی ہے۔ اب کوئی مبلغ باہر سے آتا ہے یا یہاں سے جاتا ہے تو تم

اللہ اکبر کے نعرے

لگاتے ہو۔ لیکن ان نعروں میں وہ زور نہیں پایا جاتا جو اس اللہ اکبر کی آواز میں ہوگا جو یورپ کی مساجد سے بلند ہوگی اور سب عیسائی بھی زور سے کہیں گے کہ اللہ اکبر۔ جب ان مساجد سے مؤذن اللہ اکبر کی صدا بلند کریں گے تو ان کے ساتھ ساتھ تعصبات والے بھی اللہ اکبر کہیں گے۔ تو بیک وقت سارا یورپ اللہ اکبر کی آوازوں سے گونج اٹھے گا اور عیسائی اپنی زبان سے کہیں گے کہ اب عیسائیت کمزور

ہو گئی ہے۔ اور یہ بات تو میں نے پانچ مساجد کے متعلق بیان کی ہے لیکن جب یوروپ میں اڑھائی سو مساجد تعمیر ہو جائیں گی تو یوروپ کے سارے کناروں تک

نعرہ ہائے تکبیر کی صدائیں بلند ہوں گی

اور وہ نعرہ ہائے تکبیر ایسے ہوں گے کہ ایک مسجد کی آواز دوسری مسجد تک پہنچے گی اور پھر قریب کے علاقہ میں پھیلتی جائیگی اور یوروپ والے کہیں گے کہ اب اسلام غالب آگیا ہے اور وہ اسلام کے مقابلہ میں اپنے ہتھیار پھینک دیں گے۔ ان کا سارا غرور جاتا رہے گا اور وہ خود اقرار کریں گے کہ اب اسلام غالب آچکا ہے تب وہ زمانہ آجائے گا۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ

قومیں اسلام میں داخل ہوں گے

پھر ہم امریکہ کی طرف متوجہ ہوں گے اور وہاں ہزار دو ہزار مساجد جائیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ آواز در آواز پھیلتی چلی جائے گی۔ تم دیکھو ربوہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن یہاں جب مسجد مبارک میں مؤذن کی آواز بلند ہوتی ہے تو وہ سارے شہر میں پھیلتی ہے۔ اور جب دوسری مساجد سے بھی اذان کی آوازیں اٹھتی ہیں تو پورے شہر کے اندر زندگی اور بیداری کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اسی طرح جب

یوروپ اور امریکہ کی ہزاروں مساجد میں

اذانیں ہوں گی تو عیسائی سمجھ لیں گے کہ اب عیسائیت مرگئی۔ اور پھر یہ نور آہستہ آہستہ تمام دنیا میں پھیلا تو چکر کھا کر جاپان۔ فلپائن اور انڈونیشیا سے ہوتا ہوا پاکستان آئے گا پہلے لوگ کہتے تھے کہ انگریزی سلطنت پر سورج نہیں ڈوبتا۔ لیکن اب یہ بات عملاً احمدیت پر بھی صادق آتی ہے۔ اب

احمدیت پر بھی سورج غروب نہیں ہوتا

لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اذانوں پر بھی سورج غروب نہ ہو؟

مرکزیت کے چار بنیادی ستون

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مدظلہ العالی

ہر جماعت یا قوم یا پارٹی جو اپنی اجتماعیت کو زندہ رکھنا چاہے اس کے لئے کسی نہ کسی نظریاتی یا تنظیمی یا انسانی یا ارضی مرکز کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی اصول کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے نظامِ عالم میں بھی مختلف قسم کے مرکز قائم کر رکھے ہیں۔ مثلاً جسمِ انسانی کا مرکز دل یا دماغ ہے۔ نظامِ شمسی کا مرکز سورج ہے۔ اور نظامِ ارضی کا مرکز زمین ہے۔ جو اپنے تابع ستاروں کو اپنے ساتھ لے کر کسی بڑے مرکز کے اردگرد چکر لگا رہی ہے اور اسی طرح ہر نظام میں کوئی نہ کوئی مرکز مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے الٰہی جماعتوں کے لئے اور خصوصاً مسلمانوں کے لئے حبل اللہ کو مرکز قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً "یعنی اے مسلمانو! خدا نے تمہیں صحیح نظریات پر متحد رکھنے اور انتشار سے بچانے کے لئے آسمان سے ایک رسی نازل فرمائی ہے۔ اسے سب مل کر مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو"۔ اور حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ من شذّ شُذّ فی النار یعنے جو شخص جماعتی مرکز سے کٹ کر اپنے لئے علیحدہ رستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ آگ میں ڈالا جائیگا۔"

پس ضروری ہے کہ ہماری جماعت ہمیشہ اپنی مرکزیت کو قائم رکھے۔ اور قرآن مجید اور احادیث۔ اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام یا دوسرے لفظوں میں احمدیت کی مرکزیت کے لئے چار بڑے ستون مقرر ہیں۔ اور یہ چار ستون حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اول امام یعنے خلیفۂ وقت کا وجود جس کے ہاتھ پر سب مومن اتحاد اور جہاد فی سبیل اللہ کا عہد باندھتے اور اس کی قیادت کو قبول کرتے ہیں۔ یہ خلافت وہی ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیۃ میں قدرتِ ثانیہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۲) دوم ایک ارضی مرکز کا وجود یعنے ایک ایسا صدر مقام جو اپنے تقدس یا مقام خلافت ہونے کی وجہ سے مومنوں کی توجہ کو ایک نقطہ پر جمع رکھتا۔ اور ان کے لئے جماعتی ہدایات کا منبع بنتا ہے

(۳) سوم عقائدِ صحیحہ یعنے نظریاتی مرکز کا وجود جو گویا ایک مضبوط رسّی کے طور پر سارے مومنوں کو ایک نقطہ پر جمع رکھ کر اور انہیں بھائی بھائی بناکر ایک دوسرے کے ساتھ باندھے رکھتا ہے۔

(۴) چہارم جماعتی تنظیم جو جماعت کو صحیح اعمال پر قائم رکھتی۔ اور جماعت کے افراد کو انتشار سے بچاتی اور جماعتی ذمہ واریوں کے احساس کو زندہ رکھتی ہے۔

میری طبیعت آجکل پھر کسی قدر اعصابی تکلیف کی وجہ سے علیل ہے اور کچھ نقرس اور کبھی کبھی سانس کی تکلیف بھی ہو جاتی ہے۔ ورنہ میں اسلامی تعلیم کی روشنی میں ان چاروں مرکزوں کی تشریح اور تفصیل بیان کرکے دوستوں کو ان کی اہمیت بتاتا۔ اور اس بات کی وضاحت بھی کرتا۔ کہ ان میں سے ہر مرکز کس کس طرح جماعت کی روحانی اور اخلاقی اور علمی اور عملی اصلاح اور ترقی میں اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت میں صرف ان مراکزِ اربعہ کے مجمل ذکر پر ہی اکتفا کرتا ہوا دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ ان چاروں مرکزوں کے ساتھ اپنا رشتہ اس طرح جوڑیں کہ وہ کبھی ٹوٹنے کا نام نہ لے۔ اور نہ صرف خود ان مرکزوں کے ساتھ اپنا پیوند مضبوط کریں۔ بلکہ اپنی اولادوں کے دل میں بھی اس خیال کو پختہ اور راسخ کر دیں کہ جماعت احمدیہ کی عالمگیر ترقی اور غلبہ الٰہی چہار مرکزوں کے دائمی پیوند کے ساتھ مقدر ہے۔

وہ اپنے امام یعنے خلیفۂ وقت کی محبت اور اس کی اطاعت اور وفاداری کا اعلیٰ نمونہ قائم کریں۔ اور اپنی ہر تبلیغی اور تربیتی مہم کو اس کے منشاء کے مطابق چلا کر الامام جُنّۃ یقاتل من ورائہ (یعنی امام ایک ڈھال کا حکم رکھتا ہے۔ اور مومنوں کو اس ڈھال کے پیچھے ہو کر لڑنا چاہئے) کے ارشادِ نبوی کی اس طرح اقتدا کریں کہ گویا وہ ایک بنیانِ مرصوص ہیں۔ وہ اپنے ارضی مرکز کی طرف اس طرح نگاہ

دیکھیں۔ اور اس کی ہدایات کی طرف اس طرح دیکھیں کہ حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ کا رنگ پیدا ہو جائے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلامی عبادات (نماز۔ حج وغیرہ) کا اصل اور دائمی مرکز تو بہرحال مکہ مکرمہ ہے۔ اور ہر سچے احمدی کے دل میں حج بجا لانے اور مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے کی تڑپ ہونی چاہیئے مگر اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے تبلیغی اور تربیتی مہم کو چلانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے قادیان اور ربوہ کو مرکز مقرر کیا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا صدر مقام ہے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ اپنے اس مرکز کی طرف بار بار رجوع کر کے اپنے اندر نئی زندگی کی روح پیدا کرتا رہے۔ جس کا سب سے زیادہ دلکش اور مؤثر نظارہ ہمارا جلسہ سالانہ پیش کرتا ہے۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک کے مطابق ہر احمدی کو اپنا حرج کر کے بھی پہونچنے کی کوشش کرنی چاہیئے؛

پھر ہر احمدی کا فرض ہے کہ اپنے نظریاتی مرکز یعنی عقائد صحیحہ کے ساتھ بھی اس طرح چمٹا رہے۔ کہ اس میں کبھی کوئی رخنہ نہ پیدا ہو۔ اور ہر احمدی اسلام اور احمدیت کی تعلیم کا مجسمہ بننے کی کوشش کرے جس کے لئے قرآن و حدیث کے مطالعہ کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے مجموعہ تذکرہ اور حضور کی تالیفات اور خلفائے احمدیت کی تصنیفات کو ہمیشہ مدنظر رکھنا از بس ضروری ہے۔ تاکہ ذاتی خیالات اور وقتی رجحانات عقائد صحیحہ کے مصفیٰ اصیقل کو زنگ آلود نہ کر سکیں۔ صحیح عقائد جنہیں دوسرے رنگ میں ایمان کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ زبردست حبل اللہ ہیں۔ جن سے چنگل مارنے والا انسان کبھی سیدھے راستے سے بھٹک نہیں سکتا۔ اور بالآخر ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ جماعت کے چوتھے مرکز یعنے جماعتی تنظیم پر بھی انتہائی مضبوطی کے ساتھ قائم ہو۔ اور اس کی لڑی میں اس طرح پرو دیا جائے۔ جس طرح ایک عمدہ تسبیح کے دانے ایک دوسرے کے ساتھ پروئے رہتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ جماعتی تنظیم وہ چیز ہے۔ جس میں بعض اوقات میٹھی قاشوں کے ساتھ تلخ قاشیں بھی کھانی پڑتی ہیں۔ کیونکہ اسکے بغیر ایک وسیع جماعت کو اتحاد اور عمل صالح کے مقام پر قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ اور اس تعلق میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جماعتی تنظیم کے تعلق میں امیر یا امام سے بعض اوقات بشری اثرات کے ماتحت اجتہادی غلطی بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے متعلق اس امکان کو تسلیم کیا ہے۔ مگر پھر بھی امیر کی اطاعت کو واجبی قرار دیا ہے۔ پس ہر مخلص احمدی کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر قربانی کو قبول کر کے جماعتی تنظیم کے دامن کے ساتھ وابستہ رہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی جماعتی تنظیم قائم نہیں رہ سکتی اور قومی اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

بس اس وقت الفضل کے جلسہ سالانہ نمبر میں یہی مختصر سے الفاظ احباب کرام کی خدمت میں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ

"اگر در خانہ کس است حرفے بس است"

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو جو اس وقت جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہیں اور ہماری نسلوں کو اور پھر نسلوں کی نسلوں کو قیامت تک اسلام اور احمدیت کے نور سے منور رکھے۔ اور ہمیں ان چار انسانی اور ارضی اور نظریاتی اور تنظیمی مرکزوں کے ساتھ اخلاص اور محبت اور اطاعت کی تاروں کے ساتھ باندھے رکھے۔ جو اس نے اپنی ازلی حکمت کے ماتحت جماعت کے بقا اور ترقی کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اور ہمارا انجام بخیر ہو۔ نیز آنے والے دنوں کے خطرات میں بھی خدا جماعت کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد
ربوہ ۵ر دسمبر ۱۹۵۶ء

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا مقامِ اطاعت

"پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ بڑے بڑے اہل الرائے تھے۔ خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی۔ وہ اصول سیاست سے خوب واقف تھے۔ کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی۔ تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بار گراں کو سنبھالا ہے۔ اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا۔ اور جو کچھ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔ ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے۔ اور آپ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے۔ اگر ان میں یہ اطاعت اور تسلیم کا مادہ نہ ہوتا۔ بلکہ ہر ایک اپنی رائے کو مقدم سمجھتا۔ اور پھوٹ پڑ جاتی۔ تو وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے۔" (فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

(مرتبہ مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب انچارج احمدیہ مشن ہالینڈ بوساطت وکالت تبشیر ربوہ)

مورخہ ۱۰ نومبر کو مکرم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ورلڈ کانگرس آف فیتھس ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام اسلام کی حقانیت پر ایک اہم تقریر فرمائی۔ یہ معرکۃ الآراء تقریر سوا گھنٹہ جاری رہی۔ جسے جملہ حاضرین نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ آپ نے نہایت وثوق، یقین، جوش اور اخلاص کے جذبات کے ساتھ اسلام کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی حقانیت اور برتری کو نہایت عمدگی کے ساتھ واضح فرمایا۔ تمام حاضرین شروع سے لے کر آخر تک تصویر بنے بیٹھے رہے۔ اور آپ کے بصیرت افروز خطاب کے ایک ایک لفظ کو دلچسپی اور توجہ کے ساتھ سنا۔ لیکچر کے اختتام پر اکثر حاضرین نے نہایت مسرت اور خوشی کے جذبات کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ ایسا نادر موقعہ میسر آنے پر وہ اپنے آپ کو فی الحقیقت خوش قسمت تصور کرتے ہیں۔ صدر جلسہ ڈاکٹر جانسن تھے۔ جو خود بھی ایسوسی ایشن کے بھی صدر ہیں۔ انہوں نے بھی لیکچر پر قدر دانی کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "آج ایک نہایت بلند پایہ شخصیت اور فاضل مقرر نے جس یقین، محبت اور خوبی کے جذبات سے اسلام کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ناممکن ہے کہ ایسی ایمانی قوت کی اعلیٰ بات کبھی رائیگاں جا سکے۔ فی الواقعہ ہمارے لئے یہ ایک نادر موقعہ تھا جس کے لئے ہم اپنے قابل صد احترام مقرر کے شکر گزار ہیں۔"

مکرم چوہدری صاحب کی تقریر کا خلاصہ اپنے الفاظ میں ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

ایک اٹل بات

مکرم چوہدری صاحب نے تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا ورلڈ کانگرس آف فیتھس جس مقصد کی خاطر قائم کی گئی ہے وہ بہت اہم ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اس کی طرف پوری توجہ دیں۔ آج دنیا مذہب سے بے اعتنائی برت رہی ہے۔ لیکن وہ بالآخر مجبور ہوگی کہ مذہب کے آستانہ پر جھکے۔ یہ ایک اٹل بات ہے جو ہو کر رہے گی انشاء اللہ۔

سائنس کی موجودہ ترقی

آپ نے فرمایا کہ موجودہ زمانے میں سائنس اس قدر تیزی کے ساتھ ترقی کی طرف گامزن ہے کہ حیرت آتی ہے۔ ابھی حال ہی میں سائنس کی ترقی کی طرف چند قدم ایسے بڑھے ہیں۔ کہ اس کے نتیجہ میں ساری دنیا میں تہلکہ مچ گیا ہے۔ اس کے مقابل پر انسانی زندگی کے دوسرے رخ کی حالت قابل افسوس ہے۔ جوں جوں دنیوی ترقی کے سامان زیادہ ہو رہے ہیں۔ انسان تسکین قلب سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ اور خوف بڑھتا جا رہا ہے۔ کہ یہ دنیوی ترقی بالآخر تخریبی کاروائیوں کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو۔

پیدائش انسانی کی غرض

آپ نے فرمایا سب سے اہم سوال ہمارے سامنے یہ ہے کہ انسان کس غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے؟ اور ہم اسے کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ جس راہ پر ہم چل رہے ہیں آیا وہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور اس غرض میں جس راہنمائی اور ہدایت کی ضرورت ہے۔ وہ حقیقی ہدایت ہم کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں؟ ان تمام سوالات کے جوابات کا تجسس کرنے کے لئے لازمی ہے کہ ہم مذہب کی طرف رجوع کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام مذاہب اس بات پر متفق ہیں۔ کہ حقیقی بصیرت اور کامل یقین کو حاصل کرنے کے لئے جس ہدایت اور راہنمائی کی ضرورت ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونی چاہیئے۔ کیونکہ خدا کے سوا یقینی علم اور کسی کو نہیں۔ اسلام اس حقیقت کو بڑے زور سے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ان علینا للھدیٰ کہ ہدایت دینا ہمارے ذمہ ہے۔ اس ہدایت کی بنیاد جیسا کہ تمام مذاہب متفق ہیں وحی اور الہام پر ہے لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہے۔ کہ مذہب کی مقدس کتب جو منبع ہدایت کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلاشک وشبہ پورے طور پر الہام الٰہی پر مشتمل ہو۔ اس غرض میں عام طور پر بائیبل کا حوالہ دیا جاتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ بائیبل کی تعلیمات کہاں سے لی گئیں۔ بالعموم ان کی حقیقت ایک تاریخی تصور سے زیادہ نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بائیبل میں بہت سی قابل قدر باتیں موجود ہیں۔ اور ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ من وعن خدائی کلام پر مشتمل نہیں ہے۔

قرآن کریم کی ایک عظیم الشان فضیلت

یقین کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیمات یقینی طور پر من وعن خدائی کلام ہوں۔ اور پورے طور پر محفوظ ہوں۔ یہ کیفیت اور حقیقت ہمیں صرف اور صرف قرآن مجید میں ہی ملتی ہے۔ قرآن کریم کی اس خوبی کے پیش نظر آج جو کچھ میں کہوں گا وہ قرآن مجید کے حوالہ سے ہی پیش کروں گا۔ کیونکہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ آج تک ویسے ہی محفوظ ہے۔ جیسے کہ آج سے قبل بھی محفوظ تھا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس سے کسی مخالف کو بھی انکار نہیں۔ آپ نے فرمایا قرآن کریم کی یہ حفاظت بجائے خود اس کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔

کیونکہ اس کی حفاظت کا وعدہ خود خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں آج سے ۱۴۰۰ سال قبل فرمایا۔ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ کہ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ وار ہیں۔ چنانچہ یہ حقیقت آج ہمارے سامنے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ حیرت انگیز رنگ میں پورا ہوا۔

قرآنی تعلیم جامع اور مکمل ہے

اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کے جامع اور مانع اور مکمل ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی ایک صفت الرحمٰن ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی ابتدا ہی میں ہے۔ اس صفت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ پہلے ہی سے جانتا تھا۔ کہ دنیا میں کیسی کیسی ترقی ہوگی۔ اور اس ترقی کے وقت میں کس قسم کی ہدایت اور راہ نمائی کی دنیا کو ضرورت پیش آئے گی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی اپنے کلام میں ایسے خواص رکھ دیئے ہیں۔ کہ ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے اور ان سے راہ نمائی حاصل کی جا سکے آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں صرف احکام ہی نہیں۔ بلکہ ان احکام کا فلسفہ بھی ساتھ ہی مذکور ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے۔ کہ جس پر انسان غور کر کے اپنے ایمان اور یقین کو اور مضبوط کر سکتا ہے۔ اس کی تعلیمات اور حقائق میں کسی جگہ بھی خواہ اس کا تعلق گذشتہ زمانہ سے ہو یا آئندہ زمانہ سے کوئی تضاد اور اختلاف نظر نہیں آئے گا

گذشتہ مذاہب اور اسلام

مکرم چوہدری صاحب نے اسلام کا تعلق گذشتہ مذاہب کے ساتھ واضح کرتے ہوئے ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ اور انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور اور مصدقا لما بین یدیہ اور ولکل قوم ھاد کی آیات پیش فرمائیں۔ اور فرمایا کہ اسلام تو اتحاد کا سبق دیتا ہے۔ اور بڑے زور سے اس کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ اور یہ اصل یقین

ورلڈ کانگریس آف فیتھس کے مقصد کے عین مطابق ہے۔

بعد ازاں آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے متعلق استثناء ۱۸ کی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ پہلی ہدایتیں تو ایک خاص طبقہ یا ایک خاص وقت کے لئے ہوا کرتی تھیں۔ مگر اسلام کی شریعت دائمی اور عالمگیر ہے۔ اس کا خدا بھی جیسا رب العلمین کے لفظ سے ظاہر ہے۔ عالمگیر بلکہ تمام جہانوں کا خدا ہے۔ آپ نے اس بارہ میں متعدد آیات قرآنیہ پیش فرمائیں

قرآن ہر حکم کی حکمت اور فلسفہ بھی بیان فرماتا ہے

آیت ھو الذی بعث فی الامیین رسولا کی تشریح بیان فرماتے ہوئے آپ نے نبی کے کاموں کا ذکر کیا۔ اور خاص طور پر قرآن کریم کے اس اسلوب کو پیش کیا کہ ہر حکم جو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی حکمت اور فلسفہ کو بھی بیان کیا ہے یعنی قرآن صرف اقتدار کے رنگ میں پیش نہیں کرتا بلکہ کسی حکم کی تہ تک پہنچتے ہوئے انسانی عقل کو بھی اپیل کرتا ہے یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو اسلامی احکام اور قرآنی تعلیمات کے معیار کو بہت بلند کر دیتی ہے۔ آپ نے انا خلقنا الانسان و نعلم ما توسوس بہ نفسہ کے ماتحت بیان فرمایا کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور وہ اس کی تمام مشکلات اور ضرورتوں کو جانتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا کلام جو قرآن کریم کی صورت میں ہمیں ملا ہے اس میں ان تمام مشکلات کا حل موجود ہے۔ آپ نے انسان کی زندگی کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے متعدد قرآنی آیات پیش کیں۔ اور بتایا کہ انسان کا مقصد خدا تعالیٰ کی صفات کا عکس اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مذکورہ اہم مقصد کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کے اندر اعلیٰ ترقی کے خواص بھی ضرور پیدا فرما دئے ہوئے ہیں جس کے پیش نظر اس کے لئے۔ منزل مقصود تک پہنچنا کوئی مشکل امر نہیں۔ اب آگے ان خواص سے مدد اور سامانوں سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے۔

> ”کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یوروپین یا امریکن یا کسی اور ملک کا ہو ملزم و ساکت و لاجواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں۔ جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں“ (از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)
>
> (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۷)

قرآن کریم ہر زمانہ کے تقاضہ کو پورا کرتا ہے

گناہ کے متعلق عیسائیت کا نظریہ

اس کے بعد آپ نے عیسائیت کے نظریہ گناہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ عیسائیت انسان کو فطرتاً گنہگار ٹھہراتے ہوئے اسے گناہ سے مرکب قرار دیتی ہے۔ مگر اسلام کے نزدیک یہ نظریہ خدا تعالیٰ کی شان کے منافی ہے۔ انسان کی پاک اور نیک فطرت کو بیان کرتے ہوئے آپ نے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا اور کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام کے حوالہ جات پیش فرمائے۔ بعد ازاں آپ نے خلافت آدم۔ اللہ تعالیٰ کی تمحید۔ ہدایت کی اتباع۔ زندگی کے امور میں میانہ روی۔ استبقوا الخیرات خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول۔ قرب الٰہی توبہ و استغفار اخروی زندگی اور دیگر بہت سے امور کی طرف قرآنی آیات کی روشنی میں حاضرین کو توجہ دلائی

سوالات کے جواب

الغرض آپ کی تقریر نہایت جامع و مانع تھی اور معارف سے پُر تھی جسے تمام حاضرین نے بہت توجہ و شوق سے سنا بعد ازاں حاضرین کو استفسارات کا موقع بھی دیا گیا۔ ان استفسارات کے جواب میں

آپ نے جن امور پر روشنی ڈالی وہ بھی نہایت گرانقدر معلومات پر مشتمل تھے۔ تقریر کے دوران میں جو مضمون اجمالاً بیان کئے جا چکے تھے۔ اس موقع پر آپ نے انہیں کسی قدر وضاحت سے بیان فرمایا اور چند ایک مزید حقائق پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ نے اس موقع پر قرآن کریم کی صداقت اس کے الہامی اور محفوظ ہونے کے ثبوت میں منجملہ دیگر امور کے ایک نشان فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ کو بھی کسی قدر تشریح کے ساتھ بیان فرمایا۔ نیز موجودہ سائنس کی ترقی اور کائنات عالم کی وسعتیں جو اب ظہور میں آ رہی ہیں۔ ان کو بھی آپ نے قرآن کریم کی صداقت کے ثبوت میں پیش فرمایا۔ اور بتایا۔ کہ قرآن کریم میں دراصل یہ تمام ترقیات اور وسعتیں پہلے سے مذکور تھیں۔ مگر اب تک انسانی عقل کی رسائی یہاں ان مذکورہ امور سے سرشتہ تک نہ ہو سکی تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مکرم جناب چوہدری صاحب موصوف کو دینی اور دنیوی درجات میں مزید ترقیات عطا فرمائے اور آپ کی صحت اور عمر میں بہت بہت برکت دے۔ تا ہم تا دیر آپ کے انفاس قدسیہ اور وجود سے دنیا دیر تک مستفیض ہو سکے۔ آمین۔

جلسہ سالانہ صداقت احمدیت کا ایک زبردست ثبوت ہے

اس میں شامل ہونے والے مبارک اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے مصداق ہیں

از مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس (ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابھی
گوشۂ تنہائی میں تھے۔ نہ آپ کا کوئی دعویٰ
تھا۔ نہ آپ کا کوئی مرید۔ نہ کوئی سلسلہ تھا
نہ کوئی جماعت تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے
آپ کو الہاماً فرمایا۔

اردت ان استخلف
فخلقت آدم۔

میں نے چاہا کہ زمین میں اپنا خلیفہ بناؤں
سو میں نے آدم کو پیدا کیا۔

اس الہام کی تشریح میں حضور اپنی
کتاب براہین احمدیہ میں فرماتے ہیں کہ
آدم کے لفظ سے اس الہام میں۔

"ایسا شخص مراد ہے جس
سے سلسلہ ارشاد اور ہدایت
کا قائم ہو کر روحانی پیدائش
کی بنیاد ڈالی جائے۔ گویا
وہ روحانی زندگی کی رو سے
حق کے طالبوں کا باپ ہے۔
اور یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی
ہے جس میں روحانی سلسلہ
کے قائم ہونے کی طرف اشارہ
کیا گیا ہے۔ ایسے وقت میں
جبکہ اس سلسلہ کا نام و نشان
نہیں تھا۔" (براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۳)

اور اسی طرح آپ کو الہاماً فرمایا۔

"اخرج شطأه فاستغلظ
فاستوی علی سوقه"

یعنی وہ اس بیج کی طرح ہے جس نے اپنا
سبزہ نکالا۔ پھر موٹا ہوتا گیا یہانتک
کہ اپنے ساقوں پر قائم ہو گیا
آپ یہ لکھ کر فرماتے ہیں کہ۔

"اس میں اس عروج اور شوکت و
اقبال اور عظمت کی خبر دی گئی
ہے جو آہستہ آہستہ اپنے
کمال کو پہنچے گی۔"
(براہین احمدیہ صفحہ ۵۹۲)

اللہ تعالیٰ کے یہ وعدے اس وقت
کئے ہیں جبکہ سلسلہ احمدیہ کا کوئی نام و نشان
بھی نہ تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کہ تو ایک بیج کی طرح ہے جو خدا تعالیٰ کے
ہاتھ سے بویا گیا ہے اور اس نے اپنا
سبزہ نکالا۔ اب اس پودے کی چوٹیوں پر
نازک نازک کلیاں نکلیں گی۔ دشمن اس
پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور
اس کی ترقی کو روکنے کے لئے تمام تدابیر
اور منصوبے اختیار کریں گے۔ لیکن اس کی
یہ نرم و نازک کونپلیں آہستہ آہستہ بڑی
بڑی شاخیں بن جائیں گی جو ایک
دوسرے کی تقویت کا موجب ہو کر اس کی
مضبوطی کا باعث ہوں گی۔ آخر وہ زمانہ آئیگا
کہ مخالفین کی آنکھیں اس کی ترقی اور اس
کے پھیلاؤ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوں گی اور
وہ بحسرت کہیں گے کہ یہ درخت کس طرح
تناور ہو گیا اور اس کی شاخیں دنیا کے
گوشہ گوشہ میں پہنچ گئیں اور وہ اندر ہی
اندر اس کی شاندار ترقی کو دیکھ کر غصہ سے
پیچ و تاب ہوں گے۔

اور اس زمانہ میں مخالفین اسلام
چاروں طرف سے اسلام کو کچل دینے
کے لئے حملہ آور تھے اور اسلام بیکسی
بے بسی کی طرح تھا۔ چنانچہ مولانا
حالی نے اپنی مسدس میں جو ۱۸۷۹ء میں
لکھی اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

"رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی"

اور ملت اسلامیہ کو باغ سے تمثیل دے کر
فرماتے ہیں۔

"پھر اک باغ دیکھیگا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل
یہ آواز پیہم وہاں آ رہی ہے
کہ اسلام کا باغ ویراں یہی ہے"

یہ مسدس براہین احمدیہ کی تالیف سے
صرف دو سال قبل شائع ہوئی تھی۔
اسلام کی اس حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے
اللہ تعالیٰ نے مؤلف براہین احمدیہ کو
الہاماً فرمایا یحیی الدین و یقیم
الشریعة۔ کہ اسلام جسے اب مردہ
خیال کیا جا رہا ہے اور جسے ایک باغ سے
یا چمن سے تشبیہ دی جاتی ہے
جس کی تر و تازگی جاتی رہی ہو جس کے
پیڑ پھل دینے کے قابل نہیں رہے
آئندہ پھر اللہ تعالیٰ مؤلف براہین کے
ذریعہ ایک سرسبز و شاداب چمن بنائے گا۔
جس کے ہرے بھرے درختوں میں اس
قیامت کی دلفریبی ہو گی کہ دل بے اختیار
ان کے شیدا ہوں گے۔ اور اس کے
پھولوں کی خوشبو سے باغ معطر ہو جائیگا
اور اس کی خشکی نضارت اور تر و تازگی
سے بدل جائے گی۔ وہی ایک دین ہو گا
جو زندہ کہلائے گا اور باقی سب ادیان
مقابلہ میں مردہ ثابت ہوں گے۔
اور یقیم الشریعة میں مسلمانوں
کی اس حالت کی طرف اشارہ فرمایا کہ
وہ قرآن مجید پر عامل نہیں رہے۔
اور اس کی تعلیم کو پس پشت ڈال چکے ہیں
اور آئندہ کے لئے اس میں یہ پیشگوئی فرمائی
کہ مؤلف براہین احمدیہ کے ذریعہ
اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی عزت اور احترام
اور اس کی تعلیمات کو دوبارہ قائم کرے گا
اور آپ کو اللہ تعالیٰ ایسی جماعت عطا
فرمائے گا جو شریعت اسلامیہ کو پھر قائم
کرے گی اور اس کے مطابق اپنی زندگی
بسر کرے گی

الغرض ۱۸۸۸ء میں اللہ تعالیٰ نے
نے آپ کو بیعت لینے کا ارشاد فرمایا
اور ۱۸۸۹ء [illegible]
آپ نے پہلی بار لوگوں سے بیعت لی اور
سلسلہ کی بنیاد رکھی گئی۔

سلسلہ کی تدریجی ترقی اور جس رنگ
میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید فرمائی
اس کا اندازہ جلسہ سالانہ کی حاضری
سے لگایا جا سکتا ہے۔

۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود
علیہ السلام نے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی
اور اسی سال پہلا جلسہ سالانہ ہوا۔
اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد
پچھتر تھی۔ آپ نے ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء کو
ایک اشتہار کے ذریعہ ہر سال جلسہ کی
سکیم بیان کرتے ہوئے اس کی مندرجہ ذیل
اغراض بھی تحریر فرمائیں۔

"حتی الوسع تمام دوستوں
کو محض للہ ربانی باتوں کے
سننے کے لئے اور دعاؤں میں
شریک ہونے کے لئے اس تاریخ
پر آ جانا چاہئے۔ اور اس جلسہ
میں ایسے حقائق اور معارف
کے سنانے کا شغل رہے گا۔
جو ایمان اور یقین اور معرفت
کو ترقی دینے کے لئے ضروری
ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے
خاص دعائیں اور خاص توجہ
ہو گی اور حتی الوسع بدرگاہ
ارحم الراحمین کوشش کی جائیگی
کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان
کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے
اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔
ایک عارضی فائدہ ان جلسوں
سے یہ بھی ہو گا کہ ہر ایک نئے
سال میں جس قدر نئے بھائی اس
جماعت میں داخل
ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر
حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں
کے منہ دیکھ لیں گے۔ اور
روشناسی ہو کر آپس میں رشتۂ
تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا
رہے گا۔"

حضور نے اس اشتہار میں تمام دوستوں
کو جلسہ میں شمولیت کی ترغیب دیتے
ہوئے یہ تجویز بھی بتائی کہ وہ اخراجات
سفر کے لئے دوران سال میں اپنی آمد
سے کچھ روپیہ بچاتے رہیں۔ تا جلسہ میں
شمولیت کے لئے انہیں اخراجات کی
دقت نہ ہو۔ (باقی صفحہ ۵ پر ملاحظہ ہو)

ربوہ

از مکرم میر اللہ بخش صاحب تسنیم

یہ ناکارہ سی افتادہ سی ربوہ کی زمیں کیا تھی
نہ تھا کوئی کمال اس میں نہ تھی یہ دلنشیں کیا تھی
تھی محروم اس کی قسمت گھاس سے خوش رنگ پھولوں سے
ہوا تھی کش مکش میں اس کی آوارہ بگولوں سے

نہ کچھ لذت تھی پانی میں نہ کچھ فرحت ہوا میں تھی
خموشی کی حکومت روز و شب ارض و سما میں تھی
یہاں دن رات ہیبت گھومتی تھی رقص کرتی تھی
تمنا سرد آہیں یاس کے عالم میں بھرتی تھی

یہاں کی گرمیوں سے ضیق ہوتا تھا فضاؤں کو
ترستی تھی دہکتی سرزمیں ٹھنڈی ہواؤں کو
یہاں بھوتوں کی بستی تھی یہاں غولوں کا ڈیرا تھا
یہاں صبح و مسا پُر ہول وحشت کا بسیرا تھا

یہاں ناکامیاں ماتم میں تھیں افسردہ راہوں میں
نہ تھی تنویر شادابی چٹانوں کی نگاہوں میں
نکل جاتے تھے کترا کر پرندے خوف کے مارے
اسے سہمی نظر سے دیکھتے تھے چاند اور تارے

اُدھر آتے ہوئے اک ہول سا آتا تھا راہی کو
یہاں آنے کی جرأت تھی فقیری کو نہ شاہی کو
نمونہ تھی یہ دھرتی بے گیاہ و آب وادی کا
اسے قسمت نے تھا نقشہ بنایا نامرادی کا

نصیب اس سرزمیں کا کھینچ کر محمود کو لایا
یہاں رہنے کی خاطر مصلح موعود کو لایا
لگا ڈیرا یہاں فرزندِ دلبندِ گرامی.... کا
زمانہ آگیا اس سرزمیں کی شادکامی کا

یہاں ہونے لگیں صبح و مسا قرآن کی باتیں
خدائے قادر و قیوم کی رحمان کی باتیں
یہاں ڈیرے بصد شوق آ لگائے باکمالوں نے
سکونت اس جگہ کی اختیار اللہ والوں نے

جہاں کے مختلف گوشوں سے آئے دین کے حامی
کہیں کالے کہیں گورے کہیں زنگی کہیں شامی
یہاں آنے لگے کھنچ کھنچ کے شمعِ حق کے پروانے
اکٹھے لگ گئے ہونے رسول اللہ کے دیوانے

یکایک پھوٹ کر بہنے لگے عرفان کے چشمے
سکونِ قلب کے شادابیٔ ایمان کے چشمے
اُبل آئے بصیرت کے سمندر درس گاہوں سے
نکل کر آگئے میداں میں صوفی خانقاہوں سے

ہوا لہرا گئی اللہ اکبر کے ترانوں سے
فضا کا گوشہ گوشہ ہو گیا معمور اذانوں سے
یہ دھرتی بن گئی اسلام کی تبلیغ کا مرکز
خدا کے آخری پیغام کی تبلیغ کا مرکز

یہ ٹکڑا خیر و برکت کا گھرانا بن گیا آخر
خدا کی معرفت کا آشیانہ بن گیا آخر
یہاں مردوں کو ہاتھ آتا ہے سامان زندگانی کا
یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہے فضائے آسمانی کا

از مکرم شیخ محمد اطیب صاحب خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ

ایک حدیث کی لطیف تفسیر

حضرت سید قاضی امیر حسین صاحبؓ جو بھیرہ کے رہنے والے اور حضرت خلیفہ اولؓ کے ہم عصر، ہم وطن اور ہم عمر تھے حدیث کے بڑے عالم تھے۔ اسلامیہ ہائی سکول امرتسر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد سے تعلیم الاسلام سکول قادیان میں مدرس دینیات کی حیثیت سے ابتدائی ایام میں آ گئے۔ ہمارے استاد تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بھی ان دنوں سکول میں تعلیم پا رہے تھے اور حالت یہ تھی کہ اساتذہ کے لئے مصلےٰ ہوتا تھا اور طلباء کے لئے کوئی ڈیڑھ دو فٹ چوڑا ٹاٹ۔ زمین پر بیٹھے درس و تدریس ہوتی تھی۔ مکرم حاجی عمر ڈار صاحب ساکن ناسنور کشمیر جو اکثر قادیان آیا کرتے تھے ایک سیاہ کتا حضرت صاحب کے مکان کی حفاظت کے لئے لائے۔

قاضی صاحب کو خیال آیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو وہاں فرشتہ نہیں آتا۔ ایک روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو جو بچہ ہی عمر کے تھے فرمایا ایک مسئلہ ہے حضرت صاحب سے دریافت کرنا ہے مگر دیکھو میرا نام ہرگز نہ لینا۔ اپنی طرف سے پوچھنا کہ ابا جان حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو وہاں فرشتہ نہیں آتا۔ حضرت خلیفہ ثانی نے حضرت صاحب سے دریافت کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ ہاں یہ درست ہے جس گھر میں انسان کا اپنا نفس کتا موجود ہو وہاں فرشتہ نہیں آتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر انسان خود کتے کی خصلت اختیار کر لے تو واقعی اس کے پاس فرشتے نہیں آتے۔

قاضی صاحب تو منتظر تھے۔ شوق سے پوچھا۔ کیوں میاں وہ مسئلہ دریافت کیا تھا۔ میاں صاحب نے فرمایا۔ دریافت کیا تھا حضرت نے فرمایا تھا۔ جس گھر میں آدمی کا نفس کتا موجود ہو وہاں فرشتہ کا کیا کام۔

قاضی صاحب فرمانے لگے میرا رنگ زرد ہو گیا اور ندامت سے پانی پانی ہو گیا۔ کہ ساری عمر ہم حدیث پڑھتے پڑھاتے رہے مگر ظاہر پر ہی محمول کرتے رہے اور یہ نکتۂ معرفت کبھی سمجھ میں نہ آیا۔ ایسے نکات حضرت مسیح موعود میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم لدنی رکھتا تھا۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے گھبراہٹ میں پوچھا۔ میاں میرا نام تو نہیں لیا تھا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ تب قاضی صاحب کو تسلی ہوئی۔

خدا تعالیٰ جو کچھ کہتا ہے میں لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں

ایک مولوی صاحب قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملے۔ دوران گفتگو میں وہ حضرت صاحب سے کہنے لگے کہ آپ نے اپنا دعویٰ کرنے میں غلطی کی ہے۔ آپ کو چاہئے تھا پہلے مجدد کا دعویٰ کرتے۔ جب لوگ کچھ عرصہ میں برداشت کر لیتے پھر مہدی کا پھر کچھ عرصہ کے بعد مسیح موعود کا۔ پھر بیشک نبوت کا۔ حضور نے فرمایا۔

مولوی صاحب میں آپ کے مشورہ کا مشکور ہوں لیکن اگر میں دوکاندار ہوتا تو ایسا ہی کرتا۔ میں کیا کروں۔ خدا تعالیٰ مجھے جو کچھ کہتا ہے میں لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں۔ مولوی صاحب چپ رہ گئے۔

انگریزی اور عربی

ایک دفعہ ایک انگریزی خوان حضرت صاحبؑ سے ملا۔ سلسلہ گفتگو میں اس نے کہا کہ انگریزی زبان میں الفاظ تھوڑے اور معانی زیادہ ہوتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ نہیں یہ عربی زبان کا مضمون ہے۔ مگر اس نے نہ مانا اور اصرار کیا۔ حضرت صاحبؑ انگریزی مطلق نہ جانتے تھے۔ مگر تصرف الٰہی کی بات ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا "میرا پانی لانا" ہو تو انگریزی میں کیا کہیں گے۔ اس نے کہا "[illegible]"۔ حضرت اقدس نے فرمایا تو عربی میں صرف "مائی" کے معنی ہیں "میرا پانی" اور لگانے کی ضرورت ہی نہیں۔ [illegible] لاجواب ہو گیا۔

چشم پوشی

حضرت اقدس علیہ السلام کے لنگر کے باورچی اور نانبائی وغیرہ میاں غلام حسین صاحب رہتاسی تھے۔ بعد میں آہستہ آہستہ کھانا کھلانے اور پکانے کا انتظام وسیع ہو گیا۔ مگر ابتدا میں مہمانوں کو زمین پر بچھا کر کھانا کھلایا جاتا تھا اور چیدہ چیدہ مہمان ہر دو وقت گول کمرہ میں یا مسجد مبارک میں یا گرمیوں میں شام کے وقت مسجد مبارک کی چھت پر حضرت صاحب کے ساتھ ایک دستر خوان پر کھانا کھایا کرتے تھے۔ جس شخص کو بہت سے لوگوں سے واسطہ پڑے شکایت کا موقع بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض وقت ایسا ہوتا کہ کسی کو نانبائی پر شکایت ہوتی تو حضرت اقدسؑ کی خدمت مبارک میں عرض کرتا۔ آپ سن کر چشم پوشی فرماتے جب تین چار مرتبہ شکایت پہنچی تو آخر ایک روز حضرت نے فرمایا۔

دیکھو ایک روٹی کی خاطر اسے تین بار دوزخ میں جھانکنا پڑتا ہے یعنی ایک دفعہ تنور میں روٹی لگانے کے لئے اپنا سر جھکا اور آنکھیں تنور میں دیتا ہے دوسری بار دیکھتا ہے کہ پکی ہے یا نہیں۔ تیسری بار سیخ کے ساتھ روٹی اتارنے کے لئے تنور میں سر دیتا ہے۔ ایسا کام جو کسی فرشتہ کے سپرد نہیں کرے گا آدمی ہی کرے گا جو تمام نقائص سے پاک نہیں ہو سکتا۔

رکوع ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے

ایک روز نماز عصر یا ظہر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی اقتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھ رہے تھے۔ پہلی رکعت یا تیسری رکعت میں مولوی صاحب تو سجدوں کے بعد قیام میں چلے گئے اور باقی سب مقتدی بھی۔ لیکن حضرت اقدس التحیات کے لئے بیٹھے رہے۔ حضور کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کو پتہ ہی نہ لگا کہ [illegible] باقی مقتدی کھڑے ہیں اور میں بیٹھا ہوں۔ جب مولوی صاحب نے رکوع جانے کے لئے تکبیر کہی تو حضرت صاحب نے آنکھیں کھولیں۔ کھڑے ہو گئے۔ تب آپ کو علم ہوا کہ مقتدی کھڑے ہو گئے ہیں۔ آپ فوراً رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب امام نے نماز پوری کی تو حضور نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور مولوی محمد احسن صاحب مرحوم سے فرمایا۔

میرے ساتھ نماز میں ایسا ہوا ہے اور میں بغیر سورۃ پڑھنے کے رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو گیا تھا بتاؤ میری وہ رکعت ہو گئی۔ ہر دو علماء نے؟ انہوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ حضور نے ان کی رائے سن کر فیصلہ دیا کہ رکوع رکعت سے ہے۔ جس نے اس حالت میں رکوع پا لیا گو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھ سکا تو اس کی رکعت ہو گئی۔

حضور کے لئے دعا

ایک دفعہ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی کہ حضور کے لئے دعا کرنی ہو تو کیسے کی جائے۔

آپ نے فرمایا۔ اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ و علیٰ خلفاءِ محمدٍ پڑھ لو اس سے میرے لئے دعا ہو جاتی ہے۔ گویا حضور کو اپنی صداقت کا یقین تھا کہ میں خلفائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوں اور مامور ہوں۔

درود شریف

کسی نے پوچھا حضور آپ کے لئے نام لے کر دعا کی جائے۔ فرمایا اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ و علیٰ آل محمدٍ پڑھا کرو۔ آل محمد میں میں آ جاتا ہوں اور میرے لئے دعا ہو جاتی ہے۔

حضورؑ کا لباس

حضورؑ مسجد مبارک میں نماز کے لئے تین کپڑوں میں تشریف لایا کرتے تھے یعنی قمیض، پاجامہ اور پگڑی۔ - - - -

...... لیکن اگر سیر کے لئے یا کسی کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تو پورے لباس کے ساتھ یعنی پگڑی۔ قمیض۔ پاجامہ۔ واسکٹ اور کوٹ کے ساتھ اور ہاتھ میں سوٹی۔

حضورؑ کی سیر

حضور علیہ السلام جب سیر کے لئے نکلتے تو عموماً مسجد مبارک میں تشریف لا کر کسی آدمی کے ذریعہ خاص خاص دوستوں کو بلاتے یعنی حضرت مولوی نورالدین خلیفہ اول رضی اللہ عنہ، مولوی محمد احسن صاحب، حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم وغیرہ کو اور حضور مہمانوں کو بھی جیسے حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس والے، سیٹھ اسمٰعیل صاحب بمبئی والے وغیرہ وغیرہ۔

اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ و علیٰ آل محمدٍ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم پیشگوئی کا عملی ظہور

دنیا کے کناروں تک تبلیغ اسلام

متعدد اہم زبانوں میں قرآن مجید کی وسیع اشاعت اور یورپ میں تعمیر مساجد کی عظیم الشان مہم

از مکرم چوہدری [illegible] صاحب وکیل الاشاعت تحریک جدید

منصور۔ حارث کی فوج کے مقدمۃ الجیش کا سردار

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النہر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ صلعم وجب علی کل مومن نصرتہ او قال اجابتہ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ماوراء النہر سے نکلے گا وہ حارث حراث کہلائے گا۔ اس کی جماعت کا سردار ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائیگا وہ آل محمدؐ کو قوت و استواری بخشے گا جیسا کہ قریش نے آنحضرت صلعم کو حمایت کی تھی۔ ہر مومن پر واجب ہے کہ اس کو قبول کرے اور اس کی مدد کرے۔

حارث کی خاص علامات

اس پیشگوئی میں حارث کی مندرجہ ذیل خاص علامات بیان کی گئی ہیں:۔

(۱) وہ سیف و سنان کے ساتھ نہیں بلکہ اپنی قوت ایمان، مینہ نور عرفان اور اپنی برکات روحانی کے ساتھ حق کے طالبوں اور سچائی کے پیاسوں کو تقویت بخشے گا۔ اور اپنی مخلصانہ شجاعتوں اور سرفروشانہ شہادتوں کے ذریعہ سے ان کے قدم استوار کر دے گا۔ جیسا کہ سرزمین قریش نے مکہ معظمہ میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو قبول کر کے اور اپنے سارے زور سارے اخلاص اور کامل ایمان کے آثار دکھاتے ہوئے آنحضرت صلعم کے بازو بنے دعوت کو قوت دیتی تھی اور اسلام کے پاؤں کو مکہ میں جما دیتے تھے۔

(۲) وہ حارث ماوراء النہر میں سے ہوگا یعنی سمرقندی فارسی الاصل ہوگا۔

(۳) وہ زمینداروں کے معزز خاندان میں سے ایک بڑا زمیندار ہوگا۔

(۴) وہ ایسے وقت ظاہر ہوگا جس وقت آل محمدؐ یعنی اتقیائے مسلمین جو سادات قوم و شرفائے وقت ہیں کسی حامی دین اور مبارز میدان کے محتاج ہوں گے۔

(۵) یہ گروہ امیروں اور بادشاہوں اور باجمعیت لوگوں کی حمایت پر نہیں ہوگا۔ بلکہ اس اعلےٰ درجہ کے کام کی انجام دہی کے لئے اپنی قوم کی امداد کا حاجت مند ہوگا۔

(۶) حارث کی فوج کے مقدمۃ الجیش کا سردار یعنی اس کے جلو اس کی جماعت کا سرگروہ اور سردار ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جسے آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ اس کے خادمانہ ارادوں کا خود ناصر ہوگا۔ اس منصور کو سپاہی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ مگر اس مقام پر درحقیقت کوئی ظاہری جنگ و جدل مراد نہیں بلکہ یہ ایک روحانی فوج ہوگی جو اس حارث کو دی جائے گی۔

(۷) ہر مومن پر اس کی امداد کرنا واجب اور فرض کیا گیا ہے۔

روحانی فوج

کشف:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشفی حالت میں دیکھا کہ:

"انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور میں نے مخاطب کر کے کہا مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس بات کو سن کر بولا ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائیگا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار سپاہی تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالےٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ" (ازالہ اوہام۔ تذکرہ صفحہ ۱۹۳)

کشف میں منصور

"پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوشحال ہے خوشحال ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کی حکمت خفی نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا۔ لیکن امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے۔" (تذکرہ صفحہ ۱۸۳)

حارث کی آمد

حارث اپنے وقت میں آیا جبکہ مسلمان اضطراب کی حالت میں تھے۔ دین اسلام بے کسی کی حالت میں پڑا تھا۔ چاروں طرف سے مخالفوں کے حملے شروع تھے۔ وہ اسلام کی عزت قائم کرنے کے لئے پوری قوت سے اٹھا اور مومنین کو جہاں زبان سے بچانے کے لئے ایمانی جوش کے بل پر کھڑا ہوا اور عرفان کی روشنی سے طاقت پا کر انہیں مخالفوں کے حملوں سے بچایا اور اپنی حمایت میں لے لیا۔ ہر ایک طلب ثبوت کے وقت میں مومنوں کے لئے سپر کی طرح ہو گیا۔ اور اپنے قوی ایمان سے جو آنحضرت صلعم کے اتباع سے اس نے حاصل کیا حضرت صدیق اکبرؓ فاروقؓ۔ حیدرؓ کی طرح اسلامی برکتوں اور استقامتوں کو دکھا کر مومنوں کو امن میں لانے کا موجب بنا۔ اس نے اپنے ایمانی چشمہ اور عرفانی منبع کے ذریعہ قوم کے پودوں کو آبپاشی کی اور ان کے مرجھائے ہوئے دلوں کو پھر تازہ کر دیا۔ مخالفوں کے تمام بے جا الزاموں کو اپنی صداقت کے پاؤں تلے کچل دیا۔ اور اسلام پھر اپنی شوکت اور عظمت دکھانے لگا۔

منصور کی پہچان

پہلے کشف کے بعد حضور فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا۔ وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء" (تذکرہ صفحہ ۱۸۳)

منصور کی خصوصیات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی الہامی پیشگوئی میں اس کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان فرماتے ہیں:۔

(۱) قدرت۔ رحمت اور قربت کا نشان ہے

(۲) فتح اور ظفر کی کلید ہے

(۳) اس کے ذریعہ دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔

(۴) وہ صاحب شکوہ اور دولت ہوگا۔

(۵) وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے

(۶) وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔
(۷) وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔
(۸) اس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔
(۹) نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔
(۱۰) خدا تعالیٰ اپنی روح اس میں ڈالے گا اور اس کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔
(۱۱) وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔
(۱۲) اس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔"
(تذکرہ صفحہ ۱۴۰ تا ۱۴۲)

دعا سے منصور کی روح کا منگوانا عظیم الشان آسمانی نشان

حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ عظیم الشان نشان آسمانی ہے۔ جس کو خدائے کریم جل شانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔ کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح کو واپس منگوایا جائے۔ اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہٖ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردوں کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے۔ اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح منگوائی گئی ہے۔ مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔"

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء تذکرہ صفحہ ۱۴۲)

استجابت دعا

منصور کی خصوصیات میں سے ہم ذیل میں چند کا اختصاراً ذکر کرتے ہیں۔
قوت ایمانی میں سے جو اس منصور کو دی گئی ہے ایک استجابت دعا بھی ہے اور ایک پہلو قوت ایمانی کا اسرار حقہ معارف و غیبیہ کا ذخیرہ ہے۔ ہر خدائے برتر کی طرف سے عنایت ہوا قوت ایمانیہ کے انوار جو تائیدات غیبیہ کے رنگ میں بطور خارق عادت ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں جو خدا کے فضل اور رحم و قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور ہم میں سے مخلصین کے ایک کثیر حصہ نے انہیں مشاہدہ کیا ہے اور دوسرے اگر آگے بڑھیں اور اسے قبول کریں تو وہ بھی اسی طرح مشاہدہ کریں گے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم سب خاص توجہ اور التزام کے ساتھ حضور کی صحت اور بابرکت لمبی عمر کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ حضور کا وجود خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کی ہمیں قدر کرنی چاہیئے۔ تا منصور کی جو فیض رسانی کا سلسلہ ممتد ہوتا چلا جائے۔

کلام اللہ کا مرتبہ کس طرح دنیا پر ظاہر ہوا

آخری زمانہ میں پیشگوئیوں کے مطابق کلام اللہ کے مرتبہ کا ظہور اسی منصور کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے جسے ہم بھرا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ حارث کی مقررہ الجیش کی سرداری قبول کرتے ہی یہ منصور چند ذرائع عمل میں آئے۔
(۱) روزانہ درس قرآن کریم کا اجراء
(۲) قرآن کریم کے پہلے پارہ کا اردو انگریزی مع تفسیری نوٹس کی اشاعت۔
(۳) ۱۹۲۲ء میں ایک خاص سکیم کے ماتحت جماعتوں کے نمائندوں کو دعوت دیکر ایک ماہ میں پہلے دس پاروں کا درس۔ جن کو شمولیت کی توفیق ملی۔ وہ روحانی فیوض کو اس قدر نمایاں محسوس کرتے تھے کہ گویا وہ زمانہ پھر پلٹ آیا ہے جس میں اور وحی الٰہی کا نزول ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کو بھی درس مذکورہ میں شمولیت کا شرف بخشا اور دو مقامات (کوئٹہ و مغل پورہ) پر ان فیوض کو دوسروں تک پہنچانے کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔
(۴) تفسیر کبیر کے ذریعہ روحانی خزائن پھیلائے گئے اور اب سارے قرآن کریم کی ایک مکمل اور مختصر تفسیر بھی شائع فرمائی گئی ہے۔
(۵) مرکزی نظام کے تحت انگریزی جرمن اور ڈچ زبان میں تراجم قرآن کریم اشاعت پذیر ہو چکے ہیں اور مشرقی افریقہ کے مبلغین کے ذریعہ سواحیلی زبان میں تفسیری نوٹس کے ساتھ ترجمہ قرآن شریف شائع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں انگریزی میں تفسیری نوٹس کے ساتھ نصف قرآن مجید کا ترجمہ جلد شائع ہو چکی ہیں۔
(۶) سپینش۔ ڈچ۔ پرتگیزی۔ اٹالین۔ فرنچ اور پولش زبانوں کے تراجم پر نظر ثانی کا کام جاری ہے روسی۔ انڈونیشین اور فینٹی زبان میں ترجمہ کا کام جاری ہے چینی ترجمہ کا کام جلد شروع ہونے والا ہے۔
غرض کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ اور ہم ان تمام امور کو بفضلہ تعالیٰ اسی منصور کے ذریعہ عین طور پر مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اب ہمارا بھی فرض ہے کہ ان روحانی جواہر کی اشاعت ایسے رنگ میں کریں کہ جو مناسب با عقول ہیں پہنچیں خواہ ہدیتاً یا قیمتاً سعید و فطرت روحیں سیرابی حاصل کریں۔

یورپ میں تعمیر مساجد کا عظیم الشان پروگرام

قرآن کریم کی تفسیر اور تراجم کے اشاعت کے ذریعہ کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے کے علاوہ اسلام کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے ممالک غیر میں جو خصوصاً مشرک کے مراکز ہیں توحید الٰہی کے پھیلانے کے لئے تعمیر مساجد کا پروگرام جاری کیا ہے۔ درحقیقت غیر ممالک میں مساجد اسلام کا ایک امتیازی نشان سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے تبلیغ۔ نومسلموں کی تنظیم اور ان کی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت یورپ و امریکہ۔ افریقہ۔ ایشیا کے مختلف حصوں میں دو سو سے زیادہ ہماری مساجد ہیں۔
مسجد فضل لندن اور ہالینڈ میں مسجد ہیگ جیسی شاندار عمارات احمدی خواتین کی مالی قربانی کا نتیجہ ہیں۔
جرمنی کی مسجد ہمبرگ کی تعمیر میں مخلصین جماعت نے حصہ لیا ہے جو مکمل ہو چکی ہے۔ اور ۲۲ جون ۱۹۵۷ء کو جس کا افتتاح ہو چکا ہے۔ سماٹرا میں ایک بیوہ عورت نے ساٹھ ہزار کے صرف سے مسجد تعمیر کرائی یعنی اس کی ساری کی ساری پونجی تھی جو اس نے خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کر دی۔ یہ مخیر بھائیوں اور بہنوں کے لئے قابل تقلید مثال ہے۔

اسلام اور احمدیت کی خوشکن ترقیات

یہ سب ترقیات جو آج اسلام کو حاصل ہو رہی ہیں اسی منصور کی مساعی کا نتیجہ ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اور ان کو پورا کرنے کے لئے دارالامان کی مقدس بستی میں پیدا ہوا۔ سو مخلصین جماعت آگے بڑھیں اور اس منصور کے تعمیر مساجد کے پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنے اموال کو اس کے قدموں پر نچھاور کر دیں۔ تا اسلام کا یہ امتیازی نشان ہر جگہ قائم ہو کر اسلامی ترقیات کو قریب تر کر دے۔ اس وسیع پروگرام کی تکمیل کے لئے نہایت آسان سکیم پیش کی گئی تھی اسی سکیم کے ماتحت مساجد [illegible] پر عمل درآمد کرنے کے علاوہ اگر متمول اور مخیر احباب خصوصاً تجار اور زمیندار حضرات کریں اور خدا تعالیٰ نے چاہا تو ایک ایک مخیر دوست کو بھی اس کی توفیق بخش سکتا ہے کہ وہ اکیلا ہی ایک مسجد کی تعمیر کا خرچ ادا کرنے کی توفیق پائے۔
جیسا کہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع پر اعلان ہو چکا ہے کم از کم پانچ سو مسجدیں مشرک کے مراکز میں تعمیر کرنی ہیں جس کے لئے کم از کم ایک کروڑ کی رقم درکار ہے۔ (باقی صفحہ ۲۰ پر ملاحظہ)

(۱)

پھر نظر عشق کو کچھ حسن کے آثار آئے | روح منصور مبارک رسن و دار آئے
فرش پر چھایا ہے اب تک ہی [illegible] | منتظر عرش کوئی آؤ شرربار آئے
قافلے چھوٹ گئے ہجر سے ترے [illegible] | قافلہ آیا جہاں قافلہ سالار آئے
تیری گلیوں کی سی رونق نظر آتی ہی نہیں | راہ میں یوں تو کئی کوچہ و بازار آئے
جذبۂ شوق فزوں تر ہے ترے پیاروں کا | دیر والوں کو گماں اہل حرم ہار آئے
کیسا سیلاب ہے سمجھا کہ گئی کشتی عشق | وقت کہتا ہے یہ طوفان کئی بار آئے
ہم ہیں مشتاق ترے ذروں کو تابندہ کہیں | منتظر ہوں کہ ترا مہر پُر انوار آئے
ہم ترے نور کے ادواروں میں آنکھیں کھولیں | ایک دو رات نہیں سو بار شب تار آئے

دل وہ کیا دل کہ صبا ہے جو گھبرا جائے
ان شب و روز کے ہنگاموں سے اکتا جائے

(۲)

ہے یقیں مجھ کو زمانہ کی ہوا بدلے گی | لاشعوری میں پھر انوار شعور آئیں گے
پھر فضا تیری درودوں سے معطر ہوگی | سحر و شام میں لمحات سرور آئیں گے
مسجدیں اپنی پھر آباد نظر آئیں گی | اور نمازی لئے عشق میں چور آئیں گے
ذرہ ذرہ پہ پھر انوار کی بارش ہوگی | چشم بینا کو نظر طور ہی طور آئیں گے
آشیاں اپنا بسا دیں گے پرندے [illegible] | اپنے بستان میں مسیحا کے طیور آئیں گے
بھلا ہوں کو تری خاک سے نسبت ہوگی | حلقۂ عشق میں شاہوں کے غرور آئیں گے
دل تڑپتا ہے کہ اس وقت کو ہم بھی دیکھیں | ہائے وہ دن تری گلیوں میں حضور آئیں گے
تیری تقدیس کے پھولوں میں پلے ہیں [illegible] | تیری آغوش محبت میں ضرور آئیں گے

یہ زمیں اور یہ افلاک بدل سکتے ہیں
اپنے اللہ کے وعدے کہیں ٹل سکتے ہیں!

(۳)

آج مجبوری حالات سے بے بس ہو کر | قافلہ تجھ سے بہت دور ہے سردار اپنا
تیرے دیوانوں نے ویرانے کئے ہیں آباد | تیری تصویر دکھی ہر گھر ہے سنوارا اپنا
تیرے ہنگاموں سے ربوہ کو بسایا ہم نے | تیرے نقادوں [illegible] ہے دلدار اپنا
لیکن اے پاک زمیں پاک دیار محبوب | [illegible] ترا ہر گھر نہیں پیارا اپنا
چوک، بازار، کتب خانے، دفاتر اپنے | مدرسے، جامعہ، کالج بھی ہمارا اپنا
مقبرہ، بیت دعا، قصر خلافت المنار | مسجدیں اپنی کنویں اپنے منارا اپنا
آموں کے باغ، درختوں کی قطاریں اپنی | سبز کھیتوں کا دلآویز نظارا اپنا
مختصر یہ کہ ترا دنیا ہے ہماری ساری | ہے تری خاک کا ہر ذرہ ہمارا اپنا
کب کے چھوڑے تھے [illegible] | [illegible] سنگیں نے کی تجھ سے نکالے تیرے

(۴)

صحابہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

اولیں نقش محبت پہ مٹنے والو! | جانے کس شان میں دیکھا رخ کنعاں تم نے
تم بجا طور پہ نازاں ہو کہ آنکھوں دیکھا | نازش بزم جہاں مہدئ دوراں تم نے
ہر نئے روز نئے تم نے نشاں دیکھے ہیں | ہر نئے روز کمایا نیا ایماں تم نے
حلقۂ گوش ہے ازلی تو ہوں میں [illegible] | جانے کس سے ہیں سنی قرأت قرآں تم نے
سینکڑوں سال رہا قید خرد میں ایماں | عشق کی چوٹ سے توڑا ہے زنداں تم نے
ذکر محبوب سے باقی ہے دلوں کی رونق | باغ میں گشت کیا بن کے بہاراں تم نے
ان جوانوں کو دعاؤں کا سہارا دینا | آج سونپی جنہیں تقدیر پریشاں تم نے
در محبوب پہ گھر بار فدا کر آئے | جانے کس دل سے اٹھایا غم ہجراں تم نے

دل میں اک درد اٹھاتی ہے چمن کی خوشبو
فصل گل آ کے رلاتی ہے لہو کے آنسو

(۵)

جوانوں سے!

احمدیت کے جواں سال تلم پرور دلو | ہم نے ہر وادی دشوار کو سر کرنا ہے
اپنا مقصود نہیں بستر کمخواب و سمور | سنگریزوں پہ چٹانوں پہ گزر کرنا ہے
یہ بھی دیکھو کہ ہیں کیا آبلہ پائی کے مزے | دشت میں خار مغیلاں پہ سفر کرنا ہے
وہ طوفانوں بگولوں سے الجھنا سیکھیں | ہر بلا کے لئے سینوں کو سپر کرنا ہے
سید عرش پکارا کہ متی نصر اللہ | عشق کو خوگر فریاد سحر کرنا ہے
قادیاں اپنا ہے ہم لے کے رہیں گے اس کو | مشکلیں آئیں گی یہ کام مگر کرنا ہے
اپنے اللہ کا فرمان ہے پورا ہوگا | ہم نے آباد اسے بار دگر کرنا ہے
اس کو مطلوب ہوں گر اپنے لہو کے چھینٹے | ہم نے ہر قطرۂ خوں اس پہ نثر کرنا ہے

حرب والعصر کی آواز ذرا پہچانو!
آج محمود سا سالار غنیمت جانو

(۶)

عورتوں سے!

اے اماء اللہ جبینوں کی چمک تم سے ہے | یہ مہ و مہر جہاں تاب تمہارے ہوں گے

آپ کی گود میں معصوم ہمکنے والے ۔۔۔ ناتوانوں کے ضعیفوں کے سہارے ہوں گے
اک جہاں دیکھے گا ان بچوں کے اخلاق کو جو ۔۔۔ احمدی ماؤں کے ہاتھوں سے سنوارے ہوں گے
قوم کا مستقبل آج آپ کی آغوش میں ہے ۔۔۔ ایک دن قوم بھی آپ کے پیارے ہوں گے
اب انہی ہاتھوں میں قوموں کی زمام آئے گی ۔۔۔ آپ کی چشم وفا نے جو دلارے ہوں گے
آپ اگر پیدا کریں آج ضرار اور خولہ ۔۔۔ یہ دنیا میں کیا ہے یہ افلاک تمہارے ہوں گے
تربیت گاہوں میں جو آپکی پروان چڑھیں ۔۔۔ ایک دن دین کے گردوں کے ستارے ہوں گے
آپکے حسن تدبر سے وہ دن آئے گا ۔۔۔ آپکے قدموں میں جنت کے نظارے ہوں گے

آپ اسلام کی تنویر میں ڈھل سکتی ہیں
احمدی عورتیں تقدیر بدل سکتی ہیں

(۷)

بچوں سے!

احمدی بچو! رہے تم پہ خدا کا سایہ ۔۔۔ قوم کی ننھی تمناؤ! جواں ہو جاؤ
زندگی مُردوں میں تقسیم کرو گے تم بھی ۔۔۔ تم بھی انفاسِ مسیحائے زماں ہو جاؤ
نرم ہو پھول کی پتی سا سلوک اپنوں سے ۔۔۔ سامنے کفر ہو تو سنگِ گراں ہو جاؤ
مرکزِ احمدِ مرسل کو نظر میں رکھنا ۔۔۔ گرچہ تم وارثِ اطرافِ جہاں ہو جاؤ
جادہ پیما ہو اس منزلِ دل کی جانب ۔۔۔ بے خطر بڑھتے چلو سیلِ رواں ہو جاؤ
نرم ہو جائیگا فولاد تمہاری خاطر ۔۔۔ آتشِ عشق بنو برقِ تپاں ہو جاؤ
اپنے معصوم ارادوں کو مصمم کر لو ۔۔۔ اپنے مقصود کی عظمت کا نشاں ہو جاؤ

قادیاں ورثہ تمہارا ہے تمہیں یاد رہے
خانۂ دل میں سدا اپنا یہ آباد رہے

(۸)

آنے والوں سے

وقت کی وسعتِ فردا سے ابھرنے والو ۔۔۔ ہم تو اس راہ میں لٹا دیں گے یہ تن من اپنا
پر یہ ممکن ہے خدا کی ہو مشیت ایسی ۔۔۔ کہ یہیں مل نہ سکے گمشدہ خرمن اپنا
آپ کے شانوں پہ یہ بار پڑے گا آخر ۔۔۔ آپ نے لینا ہے پھر ہر گل و گلشن اپنا
وقت کیا تھا اسے بھول نہ جانا پیارو ۔۔۔ مسکنِ احمدِ مرسل ہے نشیمن اپنا
قادیاں ۔ دارِ اماں اہلِ تقی کا مامن ۔۔۔ حشر تک آپکا اپنا ہے یہ مامن اپنا
فرد کی موت ہے مرکز سے جدا ہو جانا ۔۔۔ اپنا گھر اپنا ہے وہ باغ ہو یا بن اپنا
تربتیں اپنے شہیدوں کی گواہی دیں گی ۔۔۔ ہم نے بھی خون سے سینچا تھا یہ گلشن اپنا
آپکے دم سے بہار اپنے چمن میں آئے ۔۔۔ نام ہو آپ کے کردار سے روشن اپنا

حرف اسلاف کی عزت پہ نہ آنے پائے
رائیگاں خون شہیدوں کا نہ جانے پائے

(۹)

دُعا

پھر جہاں منتظرِ صورِ اسرافیل ہوا ۔۔۔ پھر کوئی حشر بپا اور محشر کر دے
آلِ داؤد کو اورنگِ سلیماں بھی ملے ۔۔۔ ایک بار اور عناصر کو مسخر کر دے
ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنی منزل ۔۔۔ عشق کا جوشِ جنوں اور فزوں تر کر دے
ناتواں ہیں مگر اس بات کا احساس بھی ہے ۔۔۔ تو اگر چاہے تو آپ اپنی ہمسر کر دے
خاک کے ذرّے بھی کر سکتے ہیں آرائشِ حسن ۔۔۔ جو تری ذرّہ نوازی انہیں گوہر کر دے
قادیاں ہم نے جہاں نور برستا دیکھا ۔۔۔ پھر سے اُس وادیٔ ایمن کو منور کر دے
اپنی تاریخ کے لمحات ہیں جس سے روشن ۔۔۔ پھر اُسے اپنی تمناؤں کا خاور کر دے
اپنی تہذیب کا گہوارہ بنائیں اُس کو ۔۔۔ پھر اسے اپنی روایات کا محور کر دے

تو نے خود ارضِ حرم جس کو پکارا یارب
مرجعِ خلق ہو مرکز وہ ہمارا یارب

(عبدالمنان ناہید)

ظاہر کا اثر باطن پر

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر ہوتا ہے۔ اور باطنی کیفیات کا اثر ظاہری حالتوں پر پڑتا ہے۔ یہی حال جسم اور روح کے تعلق کا ہے۔ جسمانی اوضاع کا روح پر قوی اثر ہے اور اسی طرح روحانی کیفیات اور جذبات کا اثر جسم پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر روحانی پاکیزگی اور صحت کے لئے جسمانی طہارت اور صفائی ضروری ہے اسی لئے اسلام نے برخلاف دیگر ادیان کے ظاہری پاکیزگی پر اس قدر زور دیا ہے جو بعض ظاہر بینوں کے لئے محل اعتراض بنا ہوا ہے اسلام نے نہ صرف ان کے جسم لباس۔ مکان اور ماحول کی صفائی کے متعلق احکام دئے ہیں۔ بلکہ خور و نوش اور کھانے پینے کے طریق کے متعلق بھی آداب سکھائے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں اس لطیف تعلق کو خوب واضح فرمایا ہے۔ کہ کس طرح مثلاً رونے سے آنسوؤں کا ایک تعلق دل پر جا گرتا ہے اور دل واقعی غمگین ہو جاتا ہے۔ اور یہی حال تکلف سے ہنسنے کا ہے۔ علم النفس کے ماہرین نے تو یہاں تک معلوم کر لیا ہے کہ بعض معمولی ظاہری اوضاع مثلاً منہ کھولے رکھنا یا ناک کو مستقل سے بند رکھنا بھی ان کے کیریکٹر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ کوئی شخص بہت قابل تھا مگر جب اسکو کالج کا پرنسپل بنا دیا گیا تو وہ بہت کاہل ثابت ہوا۔ پھر گو وہ بہت نرم مزاج تھا۔ اس لئے ایک ماہر نفسیات سے مشورہ لیا تو اس کو بتایا گیا کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ منہ کو کھلا رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے انہماک قائم نہیں رکھ سکتا۔ آئندہ کے لئے اسے تاکید سے دانت اور جبڑے جوڑ کر رکھنے کا مشورہ دیا گیا۔ جس پر اس نے عمل کیا۔ اس کے بعد وہ سخت مستقل مشہور ہو گیا

نماز میں توجہ قائم رکھنے کا طریق

اسی حقیقت کے پیش نظر اسلام نے حکم دیا ہے کہ نماز میں لوگ پاؤں جوڑ کر کھڑے نہ ہوں بلکہ درمیان میں فاصلہ ہو۔ اس کے علاوہ دونوں آنکھیں بھی کھلی رکھنے کا حکم ہے۔ اس میں بھی یہ حکمت ہے کہ توجہ قائم رہے اور انسان چستی سے کھڑا رہے۔ ورنہ اگر پاؤں ملا کر کوئی انسان آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو۔ تو جھومنے لگ جاتا ہے۔ یا بعض کو نیند آ جاتی ہے۔ اور نماز میں توجہ قائم نہیں رہ سکتی۔ سجدہ کے مقام پر نگاہ رکھنے میں بھی یہی حکمت ہے کہ توجہ قائم رہ سکے۔ اور سجدہ میں کہنیوں کو کھڑا رکھنے کا مقصد بھی یہ ہے کہ چستی قائم رہے

روح کی ماں جسم ہی ہے

جسمانی حالتوں کا روح پر اثر اس حقیقت سے بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ اسلام کی رو سے روح کی ماں جسم ہی ہے۔ اور اس راز کو ظاہر کر کے اسلام نے روحانی اور جسمانی ترقیات کے ایک نئے باب کو کھول دیا ہے۔ ورنہ دوسرے مذاہب کی طرح اگر یہ مانا جائے کہ روح ازل سے تیار شدہ آسمان سے ماں کے پیٹ میں داخل کر دی جاتی ہے۔ تو کوئی صورت اس بات کے لئے تیار نہ ہوتی کہ وہ لازم عمل میں اپنی جسمانی اور روحانی صحت کا خیال رکھے۔ کیونکہ روح تو تیار شدہ ہی ملتی تھی جس میں کوئی ارتقاء یا تغیر واقع نہیں ہو سکتی لیکن اگر یہ عقیدہ ہو کہ روح جسم کے اندر سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ تو یقیناً والدہ پوری کوشش کرے گی کہ ایام حمل میں پوری احتیاط برتے۔ تا ایک زیادہ نیک اور سمجھدار بچہ پیدا ہو۔

غذا کا جسم اور اخلاق پر اثر

جسمانی اوضاع اور ماحول کی پاکیزگی کے علاوہ ایک اور زبردست اثر انسان کی روح پر غذا کا ہے۔ مختلف قسم کی غذاؤں کا جسمانی روحانی اور دلی قویٰ پر اثر ہوتا ہے۔ بالکل گوشت نہ کھانا۔ شجاعت کی قوت کو کم کر کے انسان کو بالعموم بے غیرت اور بے وقوف بنا دیتا ہے اس کے برخلاف بالکل سبزی نہ کھانے سے انسان کی عادات میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اور اس کے دل سے حلم اور انکسار کم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خوراک کا حلال ہونے کے علاوہ صاف ستھرا اور طیب ہونا بھی ضروری ہے۔ تا صحت پر اس کا برا اثر نہ پڑے۔ پاکیزہ خوراک سے جسم اور روح بھی پاکیزہ اور تازہ رہے گی [illegible] چاق و چوبند رہتا ہے خون صالح پیدا ہو کر اعمال صالحہ کی توفیق ملتی رہے گی۔ فرمایا کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ یعنی طیب کھانے کھاؤ۔ تا اعمال صالحہ کی توفیق ملے اگر کھانے کے حلال نہ ہونے کی صورت میں جسم اور روح کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے۔ مثلاً مردار۔ خون اور غیر اللہ کے نام پر کھانا۔ لیکن طیب نہ ہونے کی صورت میں صرف صحت کو خطرہ ہوتا ہے۔ مثلاً آٹا حلال ہے لیکن کچا آٹا کھانا منع ہے کہ یہ طیب نہیں اور مضر صحت ہے۔ شراب اور نشے آور غذائیں اعصاب کو کمزور کر کے اسکو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ نیز دماغ کے نازک اعصاب میں نقص واقع ہو کر احساس پانے کی قابلیت زائل ہو جاتی ہے۔ پھر بعض نشے تو تحریک کو بڑھا کر [illegible] کی عادت ڈال دیتے ہیں۔

اس تمہید اور اصولی بحث کے بعد اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات کی روشنی میں روحانی پاکیزگی کے لئے ظاہری پاکیزگی کی اہمیت واضح کی جاتی ہے:-

جسمانی پاکیزگی کا روح پر اثر

حضور کتاب ایام الصلح کے صفحہ ۹۴ پر فرماتے ہیں:-

"لفظ رجز جو قرآن شریف میں طاعون کے معنوں میں آیا ہے۔ وہ فتح کے ساتھ اس بیماری کو بھی کہتے ہیں۔ جو اونٹ کے بن ران میں ہوتی ہے۔ اور اس بیماری کی جڑ ایک کیڑا ہوتا ہے۔ جو اونٹ کے گوشت اور خون میں پیدا ہوتا ہے۔ اس لفظ کے اختیار کرنے سے یہ اشارہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ طاعون کی بیماری کا بھی اصل سبب کیڑا (جرم) ہے۔ جیسا کہ ایک مقام میں صحیح مسلم میں اسی امر کی کھلی کھلی تائید پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں طاعون کا نام نغف رکھا ہے اور نغف لغت عرب میں کیڑے کو کہتے ہیں۔ جو اس کیڑے سے مشابہ ہوتا ہے۔ جو اونٹ کی ناک سے یا بکری کی ناک سے نکلتا ہے۔ ایسا ہی کلام عرب میں رجز کا لفظ چیچک کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ یہ بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی

(از مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب ایم۔ اے ربوہ)

ظاہری علوم و فنون میں دنیا کی ترقی

جہاں تک ظاہری علوم و فنون اور سائنس کا تعلق ہے جس برق رفتاری کے ساتھ موجودہ زمانہ میں دنیا ترقی کر رہی ہے اس کی نظیر پہلے کسی زمانہ میں نہیں مل سکتی۔ سمندروں کی تسخیر اور ان کی لہروں پر من کل حدب ینسلون کا نظارہ پیش کرنے کے بعد اب یاجوج ماجوج فضا کی تسخیر میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں مصنوعی سیارے اور راکٹ چھوڑے جا رہے ہیں۔ چاند پر جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں ؛

اضطراب اور بے چینی کا زمانہ

علوم و فنون کی اس عظیم الشان ترقی کے ساتھ چاہئے تو یہ تھا کہ دنیا جنت کا نمونہ بن جاتی۔ لیکن اس کے برعکس دلوں میں جو بے چینی اور اضطراب اس زمانے میں پایا جاتا ہے۔ اس کی نظیر بھی پہلے زمانوں میں ملنی مشکل ہے۔ انسانیت زبان قال سے اور زبان حال سے اینَ المفر۔ اینَ المفر کا نعرہ لگا رہی ہے لیکن اسے کہیں جائے قرار نظر نہیں آتی۔

اضطراب کی اقسام

یہ اضطراب اور بدامنی جو موجودہ زمانے میں پائی جاتی ہے کئی اقسام کی ہے۔ مثلاً جہاں تک ایک فرد کا تعلق ہے۔ وہ اپنی ذات میں انفرادی طور پر ایک اضطراب محسوس کرتا ہے۔ وہ ہر وقت اور ہر لمحہ

اطمینان اور امن کی تلاش کر رہا ہے اس تلاش میں کبھی وہ سینما گھر میں جاتا ہے۔ کہ شاید اس کی مضطرب روح کو وہاں امن ملے۔ کبھی وہ کلبوں کا رخ کرتا ہے۔ کبھی وہ مختلف قسم کی عیاشیوں کے ذریعہ سے دل کا چین ڈھونڈتا ہے۔ لیکن یہ تمام اشیاء جن کے ذریعہ وہ سکون اور امن ڈھونڈتا ہے۔ اس کی اندرونی بے چینی کو بڑھاتی چلی جاتی ہیں جس طرح بعض اوقات موسم گرما میں برفانی پانی پینے سے تسکین کی بجائے پیاس اور بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

> قیام امن کے متلاشیوں کو مبارک ہو کہ تاثیرات قرآن کے انتشار کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ رجل فارس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خدام قرآن کریم کو لیکر دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اور دنیا کی بدامنی کو امن سے بدل رہے ہیں ؛

لامذہبیت اور دہریت کا طوفان

جہاں تک اخلاقی اقدار اور روحانی اقدار کا تعلق ہے۔ دنیا کا نقشہ بڑی سرعت سے تبدیل ہو رہا ہے۔ کیونکہ لامذہبیت اور دہریت بڑھ رہی ہے۔ اور اس کے ساتھ اخلاقی جرائم کا ایک طوفان امڈا چلا آرہا ہے۔ جس کے آگے دنیا کی بڑی سے بڑی منظم حکومتیں کانپ رہی ہیں۔ امریکہ میں ٹین ایج کا مسئلہ اور نوجوانوں کی بے راہ روی کا مسئلہ

عقیدہ ہی اسے داخل جنت ہونے کے لئے کافی ہے ؛

علوم و فنون کے گہوارے اور ترقی یافتہ مغرب میں خاندانی امن بالکل برباد ہو چکا ہے۔ ایک عورت بعض اوقات سینکڑوں خاوندوں سے طلاق لیتی ہے تب بھی اسے مناسب خاوند میسر نہیں آتا

سیاسی اور اقتصادی حالت

جہاں تک پس ماندہ اقوام کا تعلق ہے۔ وہاں اندرونی سیاسی امن مفقود ہے۔ کرسیوں کے لئے اقتدار کی جنگیں لڑی جا رہی ہیں۔ ہر پارٹی عوام کی مشکلات کو حل کرنے کا نعرہ لگاتی ہے۔ لیکن برسر اقتدار آکر صرف اپنی کرسیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہو جاتی ہے۔ جہاں تک اقتصادیات کا تعلق ہے دنیا میں ایسے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں کہ روح کانپ جاتی ہے۔ اگر کچھ لوگ عیش و عشرت کے بستروں پر کروٹیں لے رہے ہیں۔ تو ان کے ساتھ ہی کچھ لوگ ایسے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ جو نان جویں کو ترس رہے ہیں۔

روس کا آہنی پردہ

[illegible]

پیدا ہو کر کمیونسٹ روس نے شاید ان تمام مشکلات پر قابو پا لیا ہے لیکن یہ خیال خام ہے جب تک روس ایک آہنی پردہ کے پیچھے مستور ہے۔ اس کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اور خود یہ آہنی پردہ ہی ظاہر کر رہا ہے۔ کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ عربی زبان میں ایک مقولہ کہتا ہے۔

الستر دون الفاحشات ولا يلقاك دون الخير من ستر

یعنی پردہ ہمیشہ بری اور ناشائستہ چیزوں پر ہی ڈالا جاتا ہے۔ اچھی چیزوں پر پردہ نہیں ڈالا جاتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کمیونسٹ روس نے اگر سب افراد جماعت کو روٹی مہیا کر بھی دی ہے۔ تو اس کے ساتھ اس کے جذبات اور اذہان کو بڑی طرح سے کچل دیا ہے۔ اور انسانوں کو مشینوں کی صورت میں تبدیل کر دیا ہے۔ آزادی کی اقدار وہاں محض ایک خواب و خیال بن کر رہ گئی ہیں ؛

پس نہ روس میں اور نہ ہی دنیا کی کسی دوسری جگہ میں قلوب میں حقیقی امن اور سکون نظر آتا ہے۔ جہاں تک بین الاقوامی امن کا تعلق ہے۔ وہ جس حد تک اس وقت معرض خطر میں ہے۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ ایک چھوٹی سی چنگاری دنیا کو ایک عظیم الشان آگ کی لپیٹ میں جھونکنے کا موجب بن سکتی ہے الغرض ہر جہت سے انسانیت پکار پکار کر اینَ المفر کا نعرہ لگا رہی ہے ؛

آج سے تیرہ سو برس قبل کی حالت

موجودہ زمانے کی بے چینی بدامنی اور فساد بالکل اسی طرح کی ہے۔ جیسے کہ آج سے تیرہ سو سال قبل دنیا کی حالت تھی جس کا نقشہ قرآن کریم مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچتا ہے۔

ظهر الفساد فى البر والبحر بما كسبت ايدى الناس ليذيقهم بعض الذى عملوا لعلهم يرجعون (الروم ع ۵)

یعنی ان اقوام میں بھی جو اپنے

آپ کو وحی اور الہام الٰہی کے پانی کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ اور ان اقوام میں بھی جو اس پانی سے خالی ہیں لوگوں کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کے نتیجہ میں فساد ظاہر ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کے کچھ حصہ کی سزا اسی دنیا میں دے گا۔ تاکہ وہ اپنی اس حالت سے رجوع کریں اسی طرح فرماتا ہے

تاللّٰہ لقد ارسلنا الٰی امم من قبلک فزین لھم الشیطٰن اعمالھم فھو ولیھم الیوم ولھم عذاب الیم۔ (النحل ع ۸)

یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم کہ ہم نے تجھ سے پہلے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام امتوں کی طرف رسول بھیجے تھے۔ پھر انہیں شیطان نے ان کے بداعمال خوبصورت کر کے دکھلائے۔ سو آج وہی ان کا آقا بنا ہوا ہے۔ اور اس کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور ان کے لئے ایک دردناک عذاب مقدر ہے۔

بعینہٖ یہی حالت ہمیں اس زمانے میں نظر آتی ہے۔ دنیا میں ہر جگہ ہر لحاظ سے فساد برپا ہے بے چینی اور اضطراب کا دور دورہ ہے۔ خوف انسانوں کے اپنے اعمال ان کی ہلاکت کے دروازے پر لے آئے ہیں یہیں سے اب کوئی جائے فرار نہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ خدائے واحد کی بجائے شیطان یعنی مادی اور سفلی جذبات کی حکومت ہے۔ اور افراد اور اقوام ہر دو اندھا دھند ان کی پیروی کر رہے ہیں۔

موجودہ مشکلات کا حل صرف اسلام پیش کرتا ہے

اب اس زمانے میں ہمارے سامنے سوال یہ ہے۔ کہ اگر دنیا ایک تباہی کے گڑھے کے کنارے پر ہے۔ اور واقعی خشکی اور تری میں فساد رونما ہو گیا ہے۔ تو کیا بچاؤ کی کوئی بھی صورت موجود ہے یا نہیں۔ انسانیت جو الغوث الغوث کا نعرہ لگا رہی ہے۔ کیا اس کا جواب دینے والا کوئی موجود ہے۔ سو اس کا جواب ہے۔ کہ جہاں تک ادیان کا تعلق ہے صرف اور صرف ایک دین اسلام ہے جو اعلان کر رہا ہے۔

کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے بھی قرآن کریم کے ذریعہ سے ہی دنیا میں ہر لحاظ سے امن کا دور دورہ ہو گیا تھا اور اس زمانے میں بھی دنیا میں امن کا قیام قرآن کریم کے ہی ذریعہ سے ہو گا کیونکہ جب دنیا میں قرآن کریم کی حکومت قائم ہوتی ہے تو اس کے ساتھ امن دینے والی روح اترتی ہے اور دنیا ایک بے نظیر امن کا نظارہ دیکھتی ہے کیونکہ قرآن ایک ایسا صحیفہ ہے جس میں ہر زمانے کی ضرورتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے . . . .

. . . . کیونکہ یہ تمام زمانوں کی اقوام کے خالق کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اور امن دینے والی روح اس کے ساتھ اترتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

وَاِنَّہٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ
(الشعراء رکوع ۱۱)

یعنی یقیناً یہ قرآن رب العٰلمین خدا کی طرف سے اتارا گیا اور اس کے ساتھ دنیا میں الروح الامین اترا ہے۔ پس الروح الامین فرشتہ کا تعلق خواہ بلحاظ فرد کے ہو اور خواہ بلحاظ اقوام عالم کے نزول قرآن کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔

امن عالم جماعت احمدیہ سے وابستہ ہے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں یہ بدامنی کیوں ہے جبکہ یہ روح امین کے ساتھ اترنے والا قرآن دنیا میں موجود ہے اور اس کے ماننے والے بھی موجود ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت صرف قرآن کے الفاظ دنیا میں موجود ہیں اس کی حقیقی روح حقیقی معانی ثریا پر اٹھ گئے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق کہ اگر قرآن آئندہ کسی زمانے میں زمین سے اٹھ کر ثریا پر بھی پہنچ جائے تو ایک فارسی الاصل مرد اس کو وہاں سے حاصل کرے گا مرد فارسی مبعوث ہو چکا ہے اور اس کے خدام از سر نو دنیا میں قرآن کریم کی حکومت قائم کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم پھیلائے جا رہے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور قرآن ... کے لئے مختلف ممالک میں مساجد بنائی جا رہی ہیں۔ اور قرآن پھر ایک دفعہ ساحران باطل کے لئے عصائے موسیٰ ثابت ہو رہا ہے۔

اس جلسہ سالانہ کے مبارک ایام میں اسی فارسی الاصل مرد کے موعود پسر اور خلیفہ و جانشین کا کیا ہوا ترجمہ القرآن بھی شائع ہو گیا ہے۔

پس قیام امن کے متلاشیوں کو مبارک ہو کہ تاثیرات قرآن کے انتشار کا زمانہ قریب آ گیا ہے رجل فارس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خدام قرآن کریم کو لے کر دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں اور دنیا کی بدامنی کو امن سے بدل رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اندرونی بدامنی میں مبتلا ہیں وہ ان قرآنی علوم کو جو اللہ تعالیٰ نے پھر ثریا سے دنیا میں واپس اتارے ہیں اپنے اندر جذب کریں اور روحانی طور پر شفا حاصل کریں تا الروح الامین کی تجلی حسب مرتبہ ان پر بھی نازل ہو۔ اور ان کا دل امن کا گہوارہ بن جائے

جماعت احمدیہ کا فرض

جماعت احمدیہ کا فرض ہے اور ہر بچے۔ ہر نوجوان اور ہر بوڑھے کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکریہ ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی علوم و برکات کو پھر اس زمانہ میں ثریا سے اتار دیا ہے اس وقت ہم میں وہ موعود موجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا ہے۔ اور اس کا ترجمۃ القرآن بھی احباب کے ہاتھوں میں ہے۔ ہر طالب علم جو کسی بھی علم کو پڑھ رہا ہے اس کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ علم قرآن کو حاصل کرے تا ظلمت و تاریکی کے بادل جو ہمارے دلوں پر چھائے ہوئے ہیں کافور ہو جائیں اور دنیا میں ایک لمبے عرصہ تک قائم رہنے والے امن کا قیام ہو جائے۔

جیسا کہ سطور مندرجہ بالا میں ظاہر کیا گیا ہے دنیا میں قرآن کریم اور اس کی تاثیرات کے انتشار کے ساتھ ہی امن کا قیام وابستہ ہے۔ دنیا میں اس وقت شیطانی جذبات کی حکمرانی ہے امن تبھی قائم ہو گا جب ہم ان شیطانی جذبات کو خیرباد کہہ کر قرآنی جذبات اپنے اندر پیدا کریں۔ ... بجائے خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کریں۔

نظام نو کی بنیادی اینٹ

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ منادی کی جا چکی ہے۔ کہ اب ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جائے گی اور اس نئے دور کے آدم کی بعثت کے ساتھ نظام نو کی بنیادی اینٹ رکھی جا چکی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانے میں یاجوج ماجوج یعنی روس اور انگریز اقوام ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گی اور تمام دنیا ایک ہولناک تباہی کی لپیٹ میں آ جائے گی۔ لیکن اس کے بعد مسیح موعود اور اس کی جماعت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تمام اقوام عالم کو اسلام میں جمع کر دے گا۔ چنانچہ یاجوج ماجوج کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ يَّمُوۡجُ فِىۡ بَعۡضٍ وَّنُفِخَ فِى الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا (الکہف رکوع ۱۱)

یعنی اس وقت۔ ہم انہیں ایک دوسرے کے خلاف جوش سے حملہ آور ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ تب مسیح موعود کی بعثت کے ذریعہ آسمانی قرنا بجائی جائے گی اور ہم تمام اقوام عالم کو اسلام میں جمع کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا ارشاد پر ہمیں ایمان ہے کہ ضرور بالضرور ایسا ہی ہو گا۔ اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں اور یقیناً دنیا کا آخری امن قرآن کریم کے ذریعہ اور اسلام کے ذریعہ سے ہی قائم ہو گا۔

عالمگیر امن کی مرکزی تعلیم

اب آخر میں ہم اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن کریم کی وہ کونسی مرکزی تعلیم ہے جس کے ذریعہ سے عالمگیر امن کا قیام ہو گا۔ سو وہ مرکزی تعلیم ہے جو ہر نبی اور رسول کی تعلیم کا مرکزی نقطہ رہی ہے اور وہ قرآن کریم کے الفاظ میں یہ ہے کہ

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ
(النحل رکوع ۵)

یعنی ہم نے یقیناً ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ ...

لوگو تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور حد سے بڑھنے والے سرکش انسان کے اثر سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

توحید خالص

پس توحید خالص کے قیام سے دنیا کی نجات وابستہ ہے اور یہی وہ مفہوم ہے جو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں مخفی ہے۔ چنانچہ دیکھو کہ جب کوئی انسان خالص توحید کو اختیار کرتا ہے یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہے۔ یعنی اس کی صفات میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی کی محبت سے دل کو منور کرتا ہے۔ اپنے تمام افعال اور عملی کارروائیوں کو اسی کے حکم کے تابع کر دیتا ہے اور اپنی تمام امیدوں اور خوفوں کا مرکز اسی کی ذات کو بنا لیتا ہے (اور یاد رکھنا چاہیئے کہ توحید اور عبادت کے مفہوم میں یہ تمام امور شامل ہیں) تو انسان تمام خوفوں سے نجات پا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت تمام بیماریوں اور روگوں کا علاج کر دیتی ہے ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی صفات رحمت میں رنگین ہو کر خود تمام دنیا کے لئے مجسم رحمت بن جاتا ہے۔ ہاں ضرورت کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی قہری صفات کا جامہ بھی پہنتا ہے اور دنیا کے دلوں کو مفسدوں سے پاک کر کے حقیقی امن کو دنیا میں قائم کر دیتا ہے۔

اگر دنیا میں حقیقی توحید کا قیام ہو جائے۔ تمام افراد اور تمام اقوام کا آخری مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہو اور تمام اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہوں تو تمام دنیا کے افراد سگے بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے لئے محبت محسوس کریں گے۔ کیونکہ وہ محسوس کریں گے کہ وہ ایک ہی آسمانی باپ کی اولاد ہیں۔ تمام [illegible] انہوں نے اپنے آسمانی باپ اور آقا سے ہی حاصل کی ہے۔ ایک دوسرے کی ہمدردی اور خدمت کرنے اور ایک دوسرے کے لئے ایثار کرنے سے ان کا ایک اور اکیلا خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

عالمگیر امن صرف توحید پیدا کر سکتی ہے

پس توحید ہی ہے جو تمام بنی نوع انسان کو ایک برادری اور اخوت کے رشتہ میں پرو کے عالمگیر امن کو قائم کر سکتی ہے۔ اور توحید ہی ہے جو ایک غالب اور طاقتور اور ذوالاقتدار ہستی سے کامل تعلق جوڑ کر دل کا چین اور امن میسر کرتی ہے اور انسان قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(یونس رکوع ۷)

یعنی سنو کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت رکھنے والے ہیں ان پر نہ کوئی خوف مستولی ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں (کیونکہ آئندہ کے خطرات کا وہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین رکھتے ہوئے اطمینان سے مقابلہ کرتے ہیں اور گزشتہ نقصانات کا وہ کچھ غم نہیں کرتے کیونکہ ایک گوہر بے بہا ان کے ساتھ ہوتا ہے کہ جس کے پاس لاکھوں روپیہ ہوں وہ ایک پیسہ کے ضیاع پر رو سکتا ہے) پھر فرماتا ہے کہ ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی باتوں سے بچتے ہیں۔ ان کے لئے اس ورلی زندگی میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے بشارت پانے کا انعام مقرر ہے اور بعد والی زندگی میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کی فرمودہ باتوں میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور یہی وہ کامیابی ہے جو بڑی عظیم الشان کامیابی کہلا سکتی ہے۔

قلوب کو غیر اللہ کی محبت سے پاک کرنے کی ضرورت

پس آئیے ہم کوشش کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی توحید پر قائم کر دے تا ہمیں اندرونی امن بھی میسر ہو اور بیرونی امن بھی۔ تا ہمارے ملک میں بھی توحید کی برکات سے امن قائم ہو اور اسی طرح تمام دنیا توحید کی تاثیرات سے امن کا گہوارہ بن جائے اور حقیقی توحید پر ہم تبھی قائم ہو سکتے ہیں جب کوشش اور دعا کر کے ہم اپنے دلوں کو غیر اللہ کے تعلق اور محبت سے پاک کر لیں گے۔ اور پھر

حقیقی توحید کے سرچشمہ (یعنی قرآن کریم) پر نظر رکھ کر دیں گے ؎

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودہ
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

خدام الاحمدیہ کا سب سے بڑا ایک فرض یہ ہے کہ وہ اس امر کا جائزہ لیں کہ کوئی خادم ایسا تو نہیں جو قرآن سے اعراض کرتا ہو۔ اسی طرح انصار اللہ کا ایک بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اس امر کا جائزہ لیں کہ ان کی اولادیں قرآن سے روگردانی تو نہیں کر رہیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ نَبْتَلِيْهِ بِذُرِّيَّةٍ فَاسِقَةٍ مُلْحِدَةٍ يَمِيْلُوْنَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا يَعْبُدُوْنَنِيْ شَيْئًا"

جو شخص قرآن سے کنارہ کرے گا ہم اس کو ایک خبیث اولاد کے ساتھ مبتلا کریں گے جن کی ملحدانہ زندگی ہوگی وہ دنیا پر گریں گے اور میری پرستش سے ان کو کچھ بھی حصہ نہ ہوگا یعنی ایسی اولاد کا انجام بد ہوگا اور توبہ اور تقویٰ ان کو نصیب نہیں ہوگا"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی مع حاشیہ بحوالہ تذکرہ پرانا ایڈیشن صفحہ ۳۹۱)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کے نور کو اپنے اندر جذب کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا میں قیام امن کا پیش رو بنائے اور جس جس جگہ بھی ہمارا قدم پڑے قلوب کو تسکین و امن حاصل ہوتا چلا جائے۔ اور دنیا ایک دفعہ پھر جنت کا نمونہ بن جائے۔ آمین ثم آمین

شرائط بیعت سلسلۂ احمدیہ

(از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اول: بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے۔ شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہ ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم: یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا تعالیٰ اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم: یہ کہ ہر حال رنج و راحت عسر اور یسر نعمت و بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ بہرحالت راضی بقضا رہے گا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ قدم آگے بڑھائے گا۔

ششم: یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز آ جائے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم: یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم: یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم: یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار اطاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہوگی

(از مکرم ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم)

خدائے بے مثال و بیچگوں کی ہے قسم مجھ کو
قسم ہے اُس عزیز و غالب و مختار ہستی کی

خدائے واقفِ رازِ دروں کی ہے قسم مجھ کو
ہے جس کے ہاتھ میں ہر شئے بلندی اور پستی کی

قسم مجھ کو خدائے پاک کی شانِ جلالی کی
جہاں میں دیکھ لینا احمدیت پھیل جائے گی

قسم ہے مجھ کو ربِّ کعبہ کی درگاہِ عالی کی
مسیحا کے عدو کی فوج رسوائی اٹھائے گی

قسم مجھ کو زمیں پر بارشیں برسانے والے کی
یقیناً لشکرِ شیطاں شکستِ فاش کھائیگا

ردائے نیلگوں افلاک کو پہنانے والے کی
علَم اسلام کا سارے جہاں پر لہلہائے گا

قسم مجھ کو خدائے پاک و برتر کی خدائی کی
ہماری فتح کا نقارہ بجتا کُو بکُو ہوگا

قسم مجھ کو الٰہ العالمیں کی کبریائی کی
مرے محمود کا شہرہ جہاں میں چارسُو ہوگا

قسم اُس ذات کی جس نے محمدؐ کو کیا پیدا
اسیرانِ جہاں کی رستگاری بالیقیں ہوگی

قسم اُس ذات کی جس نے ہمیں اُس کا کیا شیدا
مفاسد سے سراسر پاک یہ ساری زمیں ہوگی

قسم اُس ذات کی جس نے قمر کو نور بخشا ہے
صداقت میرے آقا کی زمانے پر عیاں ہوگی

قسم اُس ذات کی جو بے بدل ہے اور یکتا ہے
جہاں میں احمدیت کامیاب و کامراں ہوگی

قسم نرگس کو متوالی نگاہیں دینے والے کی
مدد انصارِ دیں کی آسماں سے بے گماں ہوگی

گلوں کو حسن اور بلبل کو آہیں دینے والے کی
عدوانِ محمدؐ کو سزا عبرت نشاں ہوگی

قسم عشاق کے دل میں محبت بھرنے والے کی
خدا خود جبر و استبداد کو برباد کردے گا

رُخِ خوبانِ عالم کو منوّر کرنے والے کی
وہ ہر سو احمدی ہی احمدی آباد کردے گا

وہ منظر کس قدر خادمؔ مسرت آفریں ہوگا
زمانے پر مسلّط جب مرے آقا کا دیں ہوگا

احمدیت اسلام کی زندگی کا یقینی ثبوت ہے

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں

از محترم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری

زندہ مذہب کی سب سے بڑی علامت

ہر زندہ ہستی اپنے ساتھ زندگی کی علامات رکھتی ہے جن سے اس کے زندہ ہونے کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ مردہ ہستی اس کے بالمقابل ان علامات اور شواہد سے محروم ہوتی ہے جو زندہ ہستی میں پائی جاتی ہیں۔ اسلام کو ایک زندہ مذہب سمجھنے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ مذہب کی غرض و غایت کو پورا کرتا ہے۔ مذہب کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان کو خدا سے ملائے اور زمین کو آسمانی بنائے اور ایمان لانے والوں میں ایسی علامات پیدا کر دے جن سے قطعی یقین کے ساتھ کہا جا سکے کہ انسان اس مذہب کی بدولت زندگی کے اس مقصد کو اس دنیا میں ہی پا سکتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۔

(حٰم سجدہ ع ۴)

کہ جن لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر استقامت دکھائی ان پر خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں (یہ کلام لے کر) کہ تم کوئی خوف اور غم نہ کرو۔ اور اس جنت کی بشارت پاؤ جس کا تم وعدہ دئے گئے ہو ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں۔

جنت سے مراد اس جگہ دونوں جہان کی کامیاب زندگی ہے اور انسان کا وہ مقام ہے جس میں وہ اس دنیا میں خدا کے قرب الٰہی میں زندگی بسر کرتا ہے اور موت کے بعد بھی زندگی پا کر اس کے دیدار سے بہرہ اندوز ہوگا۔ قرآن مجید کا پیغام یہ امید دلاتا ہے کہ اس پیغام کو مان کر جس شخص کی عملی زندگی پورے طور پر استقامت اختیار کرے گی اور اس کے اعمال کجیوں سے محفوظ ہو جائیں گے اس پر خدا کے فرشتے نازل ہوں گے۔

اور وہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ قطعیہ یقینیہ کی نعمت سے مشرف کیا جائے گا۔ یہی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ جب امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو دوسرے لفظوں میں نبوت و رسالت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص غیب پر کسی کو کثرت سے اطلاع نہیں دیتا مگر اس شخص کو جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ استقامت کی بدولت اور قرآن مجید پر عمل کرنے کی برکت سے اور خاتم الانبیاء خیر الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی سے مستفیض ہو کر ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے۔ جو خدا تعالیٰ کے لذیذ کلام کو سنتے رہے۔ اور اس کی زندگی بخش بشارتوں کو پاتے رہے ہر زمانہ میں ایسے لوگوں کا موجود ہونا اس بات کی زندہ شہادت رہا ہے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جو مذہب کی اس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذہب دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔

اسلام اور دیگر مذاہب میں فرق

ہزار ہا اولیاء اللہ اور مجددین امت اپنی زندگیوں میں اس بات کی شہادت دے چکے ہیں کہ اسلام خدا کا زندہ مذہب ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے زندہ رسول ہیں۔ تمام دیگر مذاہب کے ماننے والے اب اپنے وجود میں اس بات کی شہادت پیش کرنے سے محروم ہیں کہ اپنے مذہب کی بدولت اور اس پر عمل کر کے وہ خدا تعالیٰ کا قرب اس حد تک پا چکے ہیں کہ خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور کثرت سے ہم کلام ہوتا ہے اور انہیں قطعی اور یقینی وحی اور الہام کا شرف حاصل ہے۔ آریوں نے وید نازل ہونے پر الہام کا دروازہ بند قرار دیا اور الہام کا تصور ہی مٹا دیا۔ حضرت دیانند جی مہاراج نے یہ لکھ دیا کہ الہام انسانی زبان میں نازل ہی نہیں ہو سکتا۔ خدا کی زبان سنسکرت ہے وہ دوسری زبان میں کلام نہیں کرتا اور ویدوں کے بعد سنسکرت زبان میں بولنا اس نے بند کر دیا ہے۔ گویا وہ باقی کام تو کرتا ہے۔ لیکن اب اس کے بولنے کی صفت ہمیشہ کے لئے معطل ہو گئی ہے۔ یہی حال عیسائیوں کا ہے۔ وہ مسیح کے بعد خدا کے لفظوں میں خدائی الہام کے نازل ہونے کے قائل نہیں رہے۔ حالانکہ مسیح نے انہیں روح حق کے نازل ہونے کی بشارت دی تھی اور بتایا تھا کہ روح حق ان کو ایسی باتیں بتائے گی جو میں نہیں بتا سکا اور جو اس وقت تم کو نہیں کہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی موجود تھی کہ خداوند خدا تم میں سے تمہارے بھائیوں میں سے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالے گا۔ (کتاب استثناء)

مسلمانوں کی بدقسمتی

مسلمانوں کی بدقسمتی ہے ان میں بھی ایسے علماء پیدا ہو گئے جو اسلام میں آریوں اور عیسائیوں کی طرح قطعی اور یقینی الہام کا دروازہ بند قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر کوئی الہام ہو سکتا ہے تو وہ ہمیشہ مشکوک اور مشتبہ ہوتا ہے اور قطعی اور یقینی کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شیطانی ہے یا رحمانی۔ لیکن بزرگان دین نے جو قطعی اور یقینی الہام کی نعمت سے مشرف کئے گئے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اسلام کی بدولت انہیں الہامات الٰہیہ، مکاشفات صحیحہ اور رؤیائے صالحہ سے مشرف کیا گیا ہے۔ جو آیت میں نے پیش کی ہے اگر اس میں بھی غور کیا جائے تو روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قطعی اور یقینی بشارتوں کے ملائکہ کے ذریعہ نازل کئے جانے کی خوشخبری دی ہے۔

قطعی اور یقینی بشارتوں کی خوشخبری

آیت کے شروع میں اِنَّ کا لفظ لا کر اس نزول کو قطعی اور یقینی ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ علم لغت کی رو سے یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ اِنَّ کا لفظ جملہ کے مضمون کی تاکید اور اس کو متحقق کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ پس خدا کے اس کلام میں اِنَّ کا استعمال آیت کے مضمون کو قطعی اور یقینی حیثیت دیتا ہے۔ پس یہ قرآن کریم میں عدم تدبر کا نتیجہ ہے یا اسے قرآن دانی سمجھئے کہ بعض وہ علماء ظاہر جنہیں قطعی اور یقینی الہامات کا ذاتی تجربہ نہ ہوا۔ انہوں نے صرف مشکوک الہام کو جائز سمجھ لیا۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (بخاری کتاب التعبیر) کہ نبوت میں سے مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ اس حدیث میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے المبشرات یعنی خدائی بشارتوں کو جو اسلام میں قیامت تک ملنے والی تھیں نبوت میں سے قرار دیا ہے۔ پس جو بات نبوت میں سے ہو وہ مشکوک نہیں ہو سکتی وہ شک و شبہ سے بالا ہونا چاہئے اور جن کو ایسی بشارات ملیں ان کے دل کو اس یقین اور ایمان سے پُر کیا جانا چاہئے کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام مومن کے لحاظ سے ان بشارات کو حدیث میں رؤیائے صالحہ قرار دیا ہے۔ اور رؤیائے صالحہ وہی بشارت ہو سکتی ہے جو کجیوں سے پاک ہو۔ جو چیز صالح ہو اس کے اندر صلاحیتیں موجود ہونی چاہئیں اور الہام و رؤیا کی صلاحیت تقاضا کرتی ہے کہ وہ شک و شبہ کے مقام سے بالا ہو کر آگے قطعیت کا مرتبہ حاصل ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان رؤیائے صالحہ کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ مَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَكْذِبُ (مشکوٰۃ باب الرؤیا)

کہ جو بات نبوت میں سے ہو وہ جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ گویا وہ اس الہام کو جسے حدیث میں نبوت میں سے قرار دیا گیا ہے یقینی قرار دیتے ہیں۔ اگر امت محمدیہ کو قطعی اور یقینی الہام نہیں مل سکتا تو پھر مشکوک الہام مسلمان کا ذریعہ نہیں رکھتا بلکہ ایک ابتلاء کا رنگ رکھتا ہے اور بجائے مفید ہونے کے مضر ہے اور بجائے رحمت کے ایک زحمت ہے اور معرفت الٰہی پیدا کرنے کی بجائے گمراہی پیدا کرنے والا ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے

لوگوں کو بھی بعض روحوں کے دینے کا وعدہ دیا ہے انہیں جو یقین پیدا کرنے کے لئے نازل فرماتا ہے کہ ان کو پیار کے دلوں سے [illegible] ہے اور ان کے اعزاز و اکرام کے لئے بشارات نازل فرماتا ہے وہ خدا کے حضور برگزیدہ ہیں اور خدا ان سے پیار رکھتا ہے۔ پس بدقسمت ہیں وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں سچے الہام اور یقینی وحی کے نزول کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ یہ لوگ اس امت کو خیر امت ثابت کرنے کی بجائے شر الامم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ کا سلوک

قرآن کریم کے پڑھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں حواریوں کو وحی ہوئی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ اذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی وبرسولی۔

پھر قرآن سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو بھی قطعی اور یقینی الہام سے مشرف کیا گیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو یہ وحی کی گئی کہ اس بچہ کو صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈال دو تو یہ تیرے اور اس کے دشمن کے ہاتھوں میں پہنچ جائیگا۔ موسیٰ کی والدہ کو اس وحی کے بارہ میں اگر ذرا بھی شک ہوتا کہ یہ شیطانی ہے یا رحمانی تو وہ کبھی اپنے بچہ کی زندگی کو اپنے ہاتھ سے اس طرح خطرہ میں نہ ڈالتی۔ مریم علیہا السلام کو جبریل اور دوسرے فرشتوں کے ذریعے مسیح کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی۔ جس پر مریم نے کہا کہ میرے لڑکا کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا نہیں اور میں بدکار بھی نہیں۔ فرشتہ نے کہا بات یونہی ہے کہ نہ تو تجھے کسی آدمی نے چھوا ہے۔ نہ تو بدکار ہے لیکن خدا جس طرح چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ اور اس کا یہ فیصلہ ہے کہ تمہارے ہاں ایک ایسا بچہ پیدا ہو جو آئندہ چل کر ایک عظیم الشان نبی بنے گا۔ اب یہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ جو ملائکہ کے توسط سے ہوا اس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے صدقت بکلمات ربها [illegible] بنی اسرائیل کی عورتوں میں سے ان برگزیدہ عورتوں کا یہ حال ہے کہ ان سے خدا ہمکلام ہوتا رہا تو کیا امت محمدیہ ہی گئی گذری ہے جس کو اس عظیم الشان نعمت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ پھر یہ خیر امت کیا ہوئی۔ جو تو پہلی امتوں سے بھی گذری قرار پاگئی۔ پس ثابت ہوا یہ ہے کہ قطعی اور یقینی الہام کے پانے کا دروازہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بند نہیں ہوا بلکہ اس امت کو خاتم النبیین صلعم کی برکت سے اور ان کے روحانی فیض سے پہلی امتوں سے بھی بڑھ کر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ قطعیہ یقینیہ کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔

اسلام قرب الٰہی کی راہوں کو بند نہیں کرتا

اسلام قرب الٰہی کی راہوں کو بند نہیں کرتا بلکہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان سب برکات روحانیہ سے وافر حصہ دینے کے لئے نازل ہوا ہے جو پہلے زمانوں میں پہلی امتوں کو ملتی رہیں۔ خدا تعالیٰ نے خود مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہ اے اللہ ہم لوگوں کو صراط مستقیم عطا کر۔ ان لوگوں کا صراط مستقیم جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ نہ ان لوگوں کی راہ جن پر تو ناراض ہوا۔ اور نہ ان لوگوں کی راہ جو رستہ پا کر بھٹک گئے۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں مغضوب علیہم اور ضالین کی راہ سے بچنے کی دعا سکھائی ہے جو افراط و تفریط کی راہیں ہیں۔ اس لئے کہ مسلمان مغضوب نہ بن جائیں اور ضال نہ بن جائیں۔ تو صاف ظاہر ہے کہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ مانگنے کی اس لئے دعا سکھلائی ہے کہ خدا تعالیٰ وہ سب انعامات مسلمانوں کو دینا چاہتا ہے۔ جو پہلے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کو ملے۔ کیونکہ انعام یافتہ گروہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار ہیں۔ جیسا کہ سورہ نساء میں فرماتا ہے:۔

انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین

کہ انعام یافتہ لوگوں کے چار گروہ ہیں۔ پہلا گروہ نبیوں کا۔ دوسرا صدیقوں کا۔ تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین کا ہے ان چاروں گروہوں کی راہ طلب کرنے کی اسلام دعا سکھاتا ہے تاکہ یہ چاروں قسم کی نعمتیں امت محمدیہ کو ملتی رہیں۔ ان میں سے نبوت قومی نعمت ہے اور صدیقیت شہادت صالحیت شخصی اور انفرادی نعمتیں۔ پس امت محمدیہ کے لئے تمام شخصی روحانی نعمتوں کا دروازہ بھی کھلا ہے اور قومی روحانی نعمت جو نبوت ہے اس کی راہ بھی کھلی ہے مسلمانوں پر کوئی راہ بند نہیں کی گئی۔ یہ علماء کی غلط فہمی ہے کہ وہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو دینی امت کے لئے بھی نبوت کی راہ کو [illegible] اور رحمت کے دروازہ کو بند کرنے والا تصور کرتے ہیں۔ پس یہ راہ اور یہ دروازہ دوسری قوموں کے لئے بند ہے نہ کہ امت محمدیہ کے لئے۔ امت محمدیہ کے لئے قرب الٰہی کے سب مدارج حاصل کرنے والی راہ کھلی ہے جہاں پر اس کے لئے شخصی اور انفرادی مدارج حاصل کرنے کا دروازہ کھلا ہے وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے توسط سے قومی نعمتوں کا دروازہ بھی کھلا ہے۔

اگر نبوت اللہ تعالیٰ کا کوئی غضب یا کوئی روحانی بیماری ہوتی تو اس کے بند کرنے میں یقیناً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دنیا پر احسان ہوتا۔ لیکن اگر نبوت زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ اور عذاب نہیں بلکہ فضل و رحمت ہے تو کیوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ حضور نے اپنے فرزندوں سے بھی اس نعمت کے دستر خوان کو اٹھا دیا ہے اور انہیں روحانی اور آسمانی مائدہ سے بے نصیب کر دیا ہے ایک ظلم عظیم ہے۔ آنحضرت صلعم کے ذریعہ شریعت کے مکمل ہو جانے کی وجہ سے بے شک کسی شریعت جدیدہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان پیدا کرنے کے لئے اور اسلام کو زندہ مذہب اور محمد رسول اللہ صلعم کو زندہ رسول ثابت کرنے کے لئے آسمانی نشانوں کا دروازہ کھلا ہونا از بس ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفیٰ باللہ شہیدا بینی وبینکم۔ کہ کافر کہتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں یا کافر کہیں گے کہ تو اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں۔ تو کہہ دے میرے اور تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے۔ اگر قرآن شریف قیامت تک رہنے والی کتاب ہے اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لوگوں کے لئے صاحب شریعت رسول ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے کافی شہادت تب ہی ہو سکتی ہے کہ ہر زمانہ میں آسمانی نشانوں کے ذریعہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر شہادت مہیا ہو اور آسمانی نشانات وحی و الہام سے ملتے رہیں۔ پھر جس زمانہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار شدت پکڑ جائے اس زمانہ میں آسمانی شہادت وہ ہو گی جس میں کثرت سے نشانات مہیا کئے جائیں۔

موجودہ زمانہ کا تقاضا

ہمارا یہ زمانہ جو آخری زمانہ ہے اس میں خدا تعالیٰ کی ہستی اور محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت کا جس شدت اور رنگ میں عقلی اور فلسفیانہ دلائل سے انکار کیا گیا ہے اس کی نظیر پہلی صدیوں میں نہیں ملتی۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے زندہ نشانوں کی بارش ہوتی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا تا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اس شدت انکار کے زمانہ میں آسمانی شہادت مہیا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا۔ اور شیطان کا مع اپنی تمام ذریت کے آخری حملہ تھا۔ اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے"

(چشمہ معرفت ص ۳۱۷)

نیز حضور فرماتے ہیں:۔

"میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا۔ اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے؟"

(حقیقۃ الوحی ص ۶۲)

نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں:۔

"وہ خاتم الانبیاء ہے۔ مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا"

(بقیہ صفحہ ۴۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

سرزمین بنگال میں احمدیت کا نفوذ

گذشتہ پچاس سالہ تاریخ احمدیت کا ایک سرسری جائزہ

از مکرم مولوی محمد اجمل صاحب شاہد بی اے مربی سلسلہ احمدیہ

بنگال میں احمدیت کا نفوذ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ اور آج اس پر پورے پچاس سال بیت گئے ہیں۔ یہاں پر احمدیت کی ابتدا کیسے معجزانہ رنگ میں ہوئی اور کس طرح رفتہ رفتہ پھیلی پھولی اور پروان چڑھی اس کی ایک جھلک ہدیہ احباب ہے

بنگال میں حضرت مسیح موعودؑ کے ایک صحابی

بنگال کی سرزمین میں احمدیت کے نفوذ کی ابتدا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی ہوئی۔ حضورؑ کی دعوت یہاں پہنچنے پر بعض سعید روحوں نے احمدیت کو قبول کر لیا۔ اگرچہ اس زمانہ کے پورے حالات معلوم نہیں لیکن چاٹگانگ کے ایک بزرگ کبیر احمد صاحب کا نام معروف ہے۔ جو اسی زمانہ میں حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔

دوسرے بزرگ مولوی رئیس الدین خانصاحب تھے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مولوی صاحب میمن سنگھ ڈسٹرکٹ بنگال کے رہنے والے تھے اور اس وقت برہما میں ملازم تھے اور وہیں پر احمدیت کو قبول کیا اور پھر قادیان تشریف لے گئے اور غالباً ۱۹۰۶ء میں حضورؑ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد اپنے علاقہ میں احمدیت کی تبلیغ کرتے رہے اور اپنے گاؤں انگا گاؤں میں ۱۹۲۱ء میں وفات پائی اور وہیں پر دفن ہوئے۔

ایک مشہور و معروف عالم دین کا قبول احمدیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی بنگال کے ایک مشہور و معروف عالم نے احمدیت کی صداقت معلوم کرنے کے لئے حضورؑ سے خط و کتابت کی اگرچہ انہوں نے بیعت خلافت اولیٰ کے زمانہ میں کی۔ مگر وہ حضورؑ کے زمانہ میں ہی احمدیت سے روشناس ہو چکے تھے اور اس کی صداقت کے متعلق کسی غیر احمدیوں سے بحث بھی کر چکے تھے۔ ان کا اسم گرامی حضرت مولانا سید عبدالواحد صاحب تھا۔ آپ بنگال کے ایک مشہور عالم تھے اور اس زمانہ کے ہندوستان کے متعدد بڑے بڑے علماء ان کے ہم سبق تھے آپ کا قیام برہمن بڑیہ ضلع ٹپیرا میں تھا۔ ان تک احمدیت کا پیغام جس رنگ میں پہنچا وہ بڑا ہی عجیب اور معجزانہ رنگ رکھتا ہے حضرت مولوی صاحب موصوف کے ایک دوست منشی دولت احمد خانصاحب وکیل تھے۔ انہوں نے اپنے لئے حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی آف لاہور رضی اللہ عنہ سے [illegible] کی ایک شیشی منگوائی۔ حضرت حکیم صاحب نے دوائی کے ساتھ بعض احمدیت کے متعلق اشتہارات بھی بھجوا دیئے۔ وکیل صاحب یہ اشتہارات مولوی عبدالواحد صاحب کے پاس لے گئے۔ اور اس ذریعہ سے ان کو معلوم ہوا کہ پنجاب میں کسی شخص نے مہدی و مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضورؑ سے براہ راست کتب منگوانا شروع کیں۔ اور جو اعتراضات دل میں کھٹکتے ان سے حضورؑ کو اطلاع دیتے جن کا جواب حضور بھجوا دیتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کے بعض اعتراضات کے جوابات حضورؑ نے تفصیل سے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں درج بھی کئے ہیں۔ شروع شروع میں آپ نے اس قسم کا رجحان مخفی رکھا۔ مگر بعد میں جب اپنے خیالات کا اظہار دوسروں کے سامنے کیا تو آپ کی مخالفت شروع ہو گئی۔ اگرچہ آپ نے ابھی تک بیعت نہیں کی تھی پھر بھی آپ نے احمدیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ غیر احمدیوں سے ایک مباحثہ بھی کیا جو دو دن کے مباحثہ میں آپ کے مقابل میں نہ ٹھہر سکے

قادیان آنے کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحب کو قادیان آنے کی دعوت بھی دی تھی۔ حضورؑ نے اپنے خط میں لکھا۔ کرایہ جانے کا خرچ میں خود ادا کروں گا

چنانچہ حضورؑ ان کو تحریر فرماتے ہیں:

"کیونکہ آپ کی تحریر میں رشد اور سعادت کی بو آتی ہے اور آپ جیسے رشید کے لئے کچھ مال خرچ کرنا موجب ثواب اور اجر آخرت ہے۔"

مگر مولوی صاحب کے حالات نے اجازت نہ دی کہ آپ قادیان جا سکتے اور اسی اثناء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ اور آپ صحابیت کے شرف سے محروم رہ گئے جس کا قلق آپ کو تمام عمر رہا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے نور فراست نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بالآخر سچا ثابت ہوا۔ آپ نے یکم نومبر ۱۹۱۳ء میں قادیان پہنچ کر خلیفۃ المسیح الاول حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ قادیان پہنچنے سے قبل آپ نے ہندوستان کے تقریباً تمام چوٹی کے علماء سے مسئلہ وفات مسیح علیہ السلام اور ختم نبوت کے موضوع پر تبادلہ خیالات کیا۔ مگر کوئی بھی آپ کی تشفی نہ کر سکا۔ جن علماء سے آپ نے ملاقات کی ان میں سے مولانا شبلی نعمانی ۔ مولوی عبداللہ ٹونکی ۔ مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی ۔ مولوی عبدالحق صاحب مؤلف تفسیر حقانی ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے نام قابل ذکر ہیں۔

آپ قادیان میں پندرہ یوم تک رہے اور اس کے بعد واپس اپنے وطن میں چلے گئے اور آپ کے آنے کے بعد آپ کے معتقدین میں سے تقریباً ایک ہزار افراد حلقہ بگوش احمدیت ہو گئے۔ اسی وجہ سے برہمن بڑیہ کا ایک حلقہ خاص طور پر "احمدی پاڑا" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ بنگال کے سب سے پہلے امیر تھے اور خلیفہ وقت کی طرف سے آپ کو دوسروں سے بیعت لینے کا اختیار دیا گیا تھا۔

قادیان سے وقتاً فوقتاً بعض علماء اور بزرگ آپ کے زمانہ میں یہاں تشریف لائے جن میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ حضرت میر قاسم علی صاحبؓ، [illegible] حضرت مولانا سرور شاہ صاحبؓ ۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی بھی شامل ہیں۔

آپ کی وفات [illegible]ء میں ہوئی۔ اور آپ کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پروفیسر عبداللطیف صاحب مرحوم نے پڑھائی اور برہمن بڑیہ میں مسجد المہدی کے احاطہ کے اندر آپ مدفون ہوئے۔

آپ کی وفات جماعت احمدیہ بنگال کے لئے ناقابل تلافی نقصان تھا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس خلاء کو محسوس فرمایا۔ اور برہمن بڑیہ جماعت کی تربیت کے لئے ازراہ شفقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو تقریباً ڈیڑھ سال کے عرصہ تک یہاں رہے۔

خلافت اولیٰ کے ابتدائی زمانہ میں ہی مکرم مولوی مبارک علی صاحب مبلغ بھی سلسلہ میں داخل ہوئے۔ آپ بوگڑا کے رہنے والے ہیں اور ایک لمبے عرصہ تک جرمنی میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں آپ متحدہ بنگال کے امیر بھی رہ چکے ہیں۔ اگرچہ اس وقت آپ نہایت ضعیف العمر ہو چکے ہیں مگر پھر بھی گویا جماعت کے روح رواں ہیں۔

خلافت ثانیہ میں جماعت بنگال کی غیر معمولی ترقی

خلافت ثانیہ کے بالکل ابتدائی سالوں میں بعض ایسے افراد سلسلہ میں داخل ہوئے جنہوں نے یہاں پر احمدیت کے پھیلانے میں عظیم الشان کام کیا۔ ان میں سے مشہور پروفیسر عبداللطیف صاحب مرحوم، خان بہادر ابوالہاشم خانصاحب ۔ ڈپٹی حسام الدین حیدر صاحب اور مولوی [illegible] صاحب آف رنگپور اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب خادم ہیں۔ ان کے ذریعہ سے بنگال کے طول و عرض میں جماعتیں قائم ہو گئیں۔

پروفیسر عبداللطیف صاحب مرحوم چاٹگانگ کے ایک مشہور عالم تھے اور آپ وہاں کی جامع مسجد [illegible] کے امام و متولی تھے۔ آپ نہایت درجہ متقی اور پارسا انسان تھے۔

اور اپنے علاقہ میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ آپ مولانا عبدالواحد صاحب کی وفات کے بعد بنگال کے دوسرے امیر مقرر ہوئے۔ پروفیسر صاحب کی بیعت کا واقعہ بھی بڑا ایمان افروز ہے اور آپ کی فطرتی راست بازی کی کافی آئینہ دار ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ چٹاگانگ میں مولوی مبارک علی صاحب گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اور آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں وہاں کے معززین نے ایک مباحثہ کا انتظام کیا۔ تاکہ وفات مسیح علیہ السلام اور اجرائے نبوت وغیرہ مسائل پر بحث ہو کر اصل حقیقت واضح ہو جائے۔ چنانچہ مولوی مبارک علی صاحب نے مناظرہ کے لئے حضرت خلیل احمد صاحب مونگیری کو بلوایا۔ ادھر چٹاگانگ کے معززین نے پروفیسر صاحب کو اپنا نمائندہ چن لیا۔ مگر حکیم صاحب نے جب وفات مسیح اور صداقت مسیح موعود کے متعلق ایک مدلل تقریر فرمائی تو پروفیسر صاحب نے انکار کرنے کی بجائے اس کا جواب دینے کے صرف یہ کہا کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ ٹھیک ہے اور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس جواب سے تمام لوگ ششدر رہ گئے اور اس طرح یہ مناظرہ ختم ہو گیا۔ مگر پروفیسر صاحب نے اس کے بعد بھی بیعت نہ کی اور دعا میں مصروف رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بذریعہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متعلق شرح صدر عطا فرما دیا اور آپ نے بذریعہ ٹیلیگرام بیعت کی اطلاع حضور کو کر دی۔ احمدی ہونے کے بعد آپ کو بہت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ ثابت قدم رہے۔ آپ کے زمانہ امارت میں حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ والے۔ اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر اور مولوی عبدالمغنی خان صاحب بنگال میں تشریف لائے۔

محترم پروفیسر صاحب کی وفات کے بعد متحدہ بنگال کے تیسرے امیر محترم حکیم ابو طاہر محمود احمد صاحب آف کلکتہ ہوئے۔ آپ ایک بہت بڑے لینڈ لارڈ تھے۔ اور نہایت اخلاص کے ساتھ تا دم حیات سلسلہ کی خدمت میں منہمک رہے۔ اور جماعت کے لئے ہر قسم کی قربانی کرتے رہے۔ آپ کی وفات ۱۹۳۳ء میں ہوئی اور آپ کے بعد خان بہادر ابو الہاشم خان صاحب مرحوم امیر ہوئے۔ آپ نے بھی اپنے زمانہ میں ہر قسم کی قربانی کی اور آسمانی مائدہ کو اپنے تمام بھائیوں تک پہنچانے کے لئے انتھک مساعی کیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر علمی طبقہ میں احمدیت کا چرچا آپ کے ذریعہ سے ہی ہوا۔ آپ کی بیعت کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ آپ مولوی مبارک علی صاحب کے گہرے دوست تھے اور مولوی صاحب کی طرح ہی خان بہادر صاحب بھی احمدیت قبول کرنے سے متنفر ہوا جس سے ان کو اہم فرصت ملا۔ چنانچہ حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ نے ان کو تبلیغ فرمائی مگر اجرائے نبوت کا مسئلہ واضح نہ ہوا۔ اور خان بہادر صاحب خود تحقیق حق کے لئے قادیان پہنچے اور بحث مباحثہ کے ساتھ ساتھ دعاؤں میں بھی مصروف رہے۔ مولوی مبارک علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن آدھی رات کو خان بہادر صاحب نے ان کو اٹھایا کہ وہ بیعت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ اسی دن صبح نماز کے وقت بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ واپس آ کر اپنی بیوی کو تبلیغ کی اور انہوں نے بھی قادیان جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور وہاں پر پوری دیکھ بھال کے بعد بیعت کر لی۔ غالباً یہ سب سے پہلی خاتون تھیں جنہوں نے بنگال سے قادیان جا کر بیعت کی۔ ان کا نام حمیدۃ النساء تھا۔ آپ موصیہ تھیں۔ اور ۱۹۲۹ء میں وفات پا گئیں۔

خان بہادر صاحب نے آخری ایام میں مستقل سکونت قادیان میں اختیار کر لی تھی۔ آپ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی کمیٹی کے رکن تھے۔ آپ ۱۹۳۶ء تک بنگال کے امیر رہے۔ آپ کے زمانہ امارت میں حضرت میاں شریف احمد صاحب بنگال میں تشریف لائے اور مختلف جماعتوں کا دورہ فرمایا۔ آپ نے ۱۹۳۶ء میں قادیان میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کے بعد مولوی مبارک علی صاحب امیر بنے۔ اور آپ ۱۹۴۳ء تک اس خدمت کو سر انجام دیا۔ ۱۹۴۳ء میں مولوی محمد صاحب بی اے امیر ہوئے۔ جن کی جگہ پر ۱۹۴۸ء میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے چوہدری خورشید احمد صاحب ڈاکٹر کو انصار کو امیر مقرر فرمایا اور ان کے اکتوبر ۱۹۵۴ء میں مغربی پاکستان میں تبدیل ہو جانے کی وجہ سے محترم جناب شیخ محمود الحسن صاحب آئی سی ایس امیر مقرر ہوئے ہیں۔

پارٹیشن کے بعد بنگال کی جماعتیں دو حصوں میں بٹ گئی ہیں۔ ایسٹ پاکستان میں پچاس سے زائد جماعتیں ہیں اور تقریباً نصف لاکھ احمدی جماعت کا چندہ ...

آخر میں احباب جماعت سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں خدا تعالیٰ پاکستان کے اس حصہ میں احمدیت کی ترقی اور اشاعت کے سامان پیدا فرمائے تاکہ یہاں کے بھائی بھی حقیقی طور پر خدا کی نعمتوں کے وارث بنیں۔ آمین

درویشِ قادیاں کا مقام

بہت بلند ہے درویشِ قادیاں کا مقام
میسر اس کو رضامندیٔ خدا ہے مدام

وفورِ جذبۂ اخلاص کا کمال ہے یہ
ہٹا سکی نہ رہِ حق سے کلفتِ ایام

مقامِ صبر و توکل ہے زندگی کی متاع
سکونِ قلب و نظر ہے حیات کا انعام

درِ حبیب پہ دھونی رما کے بیٹھ گئے
شرابِ دید کے پیتے گئے وہ جام پہ جام

جو پہنچے مسجدِ اقصیٰ میں۔ رنج دور ہوئے
گئے جو بیتِ دعا میں تو مٹ گئے آلام

یہیں ملا تو ملا قلبِ مضطرب کو سکوں
یہیں ملی تو ملی دل کو لذتِ الہام

زہے نصیب نزولِ مسیح کی بستی
کہ جس کی دید کا حاصل ہے زندگی کا دوام

حیات ان کی گزرتی ہے سجدہ ریزی میں
خدا کی یاد میں مصروف ہیں وہ صبح و شام

یہی تمنا ہے بیتاب دل کی۔ جا کے کہوں
مسیحِ پاک کے درویش کو ادب سے سلام

نصیبِ شوق ہو دیدارِ قریۂ مہدی
بعید کیا ہے خدا سے جو اذنِ دید ہو عام

[illegible]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آسمانی حربہ دعا

از مکرم چوہدری محمد شریف صاحب فاضل سابق مبلغ بلاد عربیہ

ہر ایک مامور من اللہ اپنے ساتھ بعض ایسے انوار و علوم اور خدا تعالیٰ کی برکات لے کر نازل ہوتا ہے جن سے اس زمانہ کی غلطیوں کو دور کیا جا سکے۔ اور بے عملی کو علم سے بدلا جائے۔ اور لوگوں کا خدا تعالیٰ کے ساتھ از سر نو پاک تعلق قائم کیا جائے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

یہ انوار و علوم و برکات ہر زمانہ کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ اور الگ الگ ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں بھی انوار و برکات میں سے ایک نور اور برکت جس سے بہت سی غلطیاں دور ہوتی ہیں اور انسان کا خدا تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اس جگہ خاص طور پر ذکر کرنا مقصود ہے۔ اور وہ نور ہے

دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبعوث ہونے سے قبل رسمی طور پر تو سب مسلمانوں کا دعا پر اتفاق تھا یعنی سب اس بات کے معتقد تھے کہ دعا ایک نہایت ضروری چیز ہے اور خدا سے دعا کرنی چاہیئے مگر انہیں اس بات کا احساس نہیں تھا کہ دعا کیا چیز ہے؟ اور اس سے کیسے ثمرات حاصل ہو سکتے ہیں۔ اکثر لوگ دعا کو صرف عبادت ہی خیال کرتے تھے یعنی جیسے نماز عبادت ہے یا روزہ عبادت ہے۔ اسی طرح دعا بھی عبادت ہے۔ اور اس کا اس جہان میں کوئی ثمرہ ملنا ضروری نہیں۔ ایک فرض ہے جو بندہ کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ ضروری نہیں کہ جو کچھ دنیا میں مانگا جائے اسکے ملنے کی بھی کوئی امید ہو

بعض لوگ اسے غیر مفید بھی سمجھتے تھے۔ کہ جو کچھ ہونا مقدر ہے۔ وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور بعض لوگ اس خیال کے تھے کہ جو کچھ ہم نے خدا سے مانگا تھا وہ تو ہماری خواہش کے مطابق ہمیں ملا نہیں۔ اس لئے خواہ مخواہ دعا کرنے کا کیا فائدہ۔ غرضیکہ جو دعا کرتے تھے وہ بھی ناامیدی کی حالت میں دعا کرتے تھے۔ اور جو دعا نہیں کرتے تھے وہ بھی ناامیدی کی وجہ سے ہی دعا نہیں مانگتے تھے اور تقدیر یا مقدر کو آڑ بنا لیتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی جبکہ اسلام کی ظاہری طاقت و شان و شوکت ختم ہو چکی تھی ساری دنیا میں سب سے بڑی اسلامی حکومت ہندوستان کی مغلوں کی حکومت تھی۔ لیکن وہ آپ کی پیدائش کے وقت ختم ہو چکی تھی اور ہندوستان پر شمال سے لے کر جنوب تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک انگریزوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ آپ کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دوبارہ زندہ کرنا اور مسلمانوں کو اس پر قائم کرنا لگایا تھا اس لئے آپ کے پاس کوئی ایسی طاقت و قوت ہونی چاہیئے تھی جو سب دنیا کو مغلوب و نابود کر دے۔ اور تثلیث کی عظیم الشان طاقتوں کو جنہوں نے اسلامی شان و شوکت کو کالعدم کر دیا تھا پامال کر دے۔ بالفاظ دیگر آپ کے پاس وہ حربہ یعنی ہتھیار ہونا چاہیئے تھا جس کے متعلق احادیث میں ذکر ہے کہ مسیح موعود

ایک آسمانی حربہ لے کر آسمان سے اترے گا

اور اس حربہ (ہتھیار) کے ذریعہ دشمن اسلام دجال کو قتل کر دے گا۔

ظاہر ہے کہ ایک مادی ہتھیار (حربہ) کیسا ہی تیز ہو اور ایک انسان خواہ کیسا ہی عظیم الطاقت اور عظیم الجثہ ہو ساری دنیا سے لڑ نہیں سکتا۔ اور ساری دنیا کو اس کے ذریعہ مغلوب نہیں کر سکتا۔ نہ صرف یہ کہ ایک انسان ہی بلکہ ہزاروں انسانوں کا لشکر بھی کروڑوں کروڑ اور ارب در ارب انسانوں کو شکست نہیں دے سکتا۔ یہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو ایک لحظہ میں کچھ کا کچھ کر سکتی ہے۔ اور یہاں اس کی مشیت کو کوئی طاقت اور کوئی ہستی نہ فرداً فرداً اور نہ باہم مل کر روک سکتے ہیں۔ اس لئے ہم پہلوں کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ مسیح موعود خدا ہوگا اور اس کا حربہ کلمہ کن ہوگا۔ اس کلمہ کے ساتھ وہ جو چاہے گا کرے گا بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسیح موعود کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا پاک تعلق ہوگا۔ کہ اگر وہ خدا تعالیٰ سے کسی بات کے لئے درخواست کرے تو اس کی وہ درخواست (جسے ہم دعا کہتے ہیں) منظور ہوگی۔ اور خدا اپنی مشیت کو دنیا میں نافذ کر دیگا۔ اور یہی وہ روحانی آسمانی حربہ ہے جس کا دنیا کو علم نہیں تھا۔ اور علم ہوتا بھی کیونکر جبکہ ان کا خدا تعالیٰ پر کامل یقین نہیں تھا۔ کیونکہ دعا تو وہی کر سکتا ہے۔ جسے یہ یقین ہو کہ ایک زندہ و قدیر خدا موجود ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ پہاڑ سے چشمے بھی بہا سکتا ہے اور پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین کے برابر کر سکتا اور سمندر کو خشک کر کے رہنے کے قابل بنا سکتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنی ہی تدابیر پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اور یہ یقین رکھتا ہے۔ کہ بجز ظاہری اسباب اور دنیوی کوششوں کے کوئی چیز نہیں ہو سکتی وہ دعا کیونکر کرے گا اور جو شخص خدا تعالیٰ کی طاقتوں سے منکر ہو اور [illegible] کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا ہو کہ خدا تعالیٰ نے کام چھوڑ دیا ہے یا اس سے کیا تعلق اور اس کا اپنے خدا سے بھی کوئی تعلق نہ ہو اور مخلوق سے اچھا سلوک نہ ہو۔ خدا تعالیٰ اس کی دعا کو کیسے قبول کرے گا؟

غرضیکہ لوگ خدا تعالیٰ پر یقین کامل نہیں رکھتے تھے۔ اسلئے دعا سے بدظن اور غافل تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عملی نمونہ دعا سے ہمیں دعا کرنا سکھلایا اور اپنی مستجاب دعاؤں سے ہمارا خدا تعالیٰ پر کامل یقین پیدا کر دیا۔ آپ نے اپنی دعاؤں سے تثلیث کو پامال کر دیا۔ اور تثلیث کے ملک میں توحید کی ہوا چلا دی۔ اور ان کے ملک میں خالص توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے اور ماننے والے پیدا کر دیئے۔ لیکھرام کو دعا سے ہلاک کیا۔ آتھم کو دعا سے قبر میں اتارا۔ ڈوئی کو امریکہ میں دعا سے تباہ و برباد کیا ایک حد تک طاعون کے مقابلہ سے جو آپ کی دعا سے ظاہر ہوئی۔ ہلاک کیا۔ آپ کی آنکھوں کے آنسوؤں نے دنیا میں سیلاب سا کر دیا ہے

کون روتا ہے کہ جس سے آسمان بھی رو پڑا

آپ کی دعا میں تضرع دیکھ کر [illegible] اپنے ذروں اور جنگلوں کی حرمت اختیار کی ہے

کہ گاہ ذرہ ابدال با یدت ترسید
[illegible] باشد

آپ کی دعاؤں سے آپ کا بشیر ثانی محمود احمد بشیر احمد۔ شریف احمد۔ مبارکہ بیگم امۃ الحفیظ بیگم اور ان کی اولاد در اولاد اور کثرت نسل ہوئی۔ کئی اجڑے ہوئے گھر آپ کی دعاؤں سے آباد ہوئے اور کئی بڑے بڑے دشمنوں کے گھر آپ کی دعا سے ویران ہوئے۔ آپ کے دل مخلصوں کا گروہ بڑھا اور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور لوگ آپ کی طرف دور دور سے کھنچے چلے آئے اور کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ بڑی بڑی مشکلات کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوئے۔ بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے اور ظاہر ہو رہے ہیں آپ کے ذریعہ سے بڑے بڑے عجائب در عجائب کام دیکھے اور ہمارے خدا کی عظیم الشان قدرتیں ہمارے لئے عجیب در عجیب رنگ میں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور یہی آپ کے ذریعہ دعا کا ایک ایسا ہتھیار مل گیا ہے کہ ہم اسکے ذریعہ اپنے نفس پر بھی فتح پا سکتے ہیں۔ اور ساری دنیا پر بھی فتح پا سکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس حربہ کو اسی طرح استعمال کیا جائے۔ جیسے آپ نے ہمیں سکھایا ہے!

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"معرفت صرف فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ اسی گندی زندگی سے طبعاً بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اس پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے روح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے۔

یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں۔ اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے!

وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے۔ اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے!

"مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں۔ کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے۔ کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے!

مبارک تم جب کہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے۔ اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے۔ اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے۔ اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائے گا!

وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم۔ حیا والا۔ صادق۔ وفادار۔ عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ۔ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کرو اور شکست کو قبول کرو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ!

دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے!

دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ اور اس کی صفات غیر متبدل ہیں۔ مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے۔ جس کو دنیا نہیں جانتی گویا وہ اور خدا ہے۔ حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اسکو ظاہر کرتی ہے۔ تب اس خاص تجلی کی شان میں اس تبدیلی یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے۔ جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔

غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے! اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے۔ اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے"

(لیکچر سیالکوٹ [illegible])

نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو۔ جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھے ہیں۔ جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہوں گی! وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے۔ وہ مُردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد ٹھہراتے ہیں۔ اور اسکو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا۔ جیسا کہ ان کی حالت ہے!

لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تب تیری دعا منظور ہوگی۔ اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا۔ جو ہم نے دیکھے ہیں۔ اور ہماری گواہی رؤیت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔

اس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو۔ اور خود کیونکر اسکو بڑی مشکلات کے وقت جو اسکے نزدیک قانون قدرت کے مخالف ہیں۔ دعا کرنے کا حوصلہ پڑے گا۔ جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔

مگر اے سعید انسان تو ایسا مت کر! تیرا خدا وہ ہے جس نے بے شمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا۔ اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اس پر بدظنی رکھتا ہے۔ کہ وہ تیرے کام میں عاجز آ جائے گا؟ بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں۔ مگر وہی دیکھتے ہیں۔ جو صدق اور وفا سے اسکے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اسکی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے۔ اور اسکے صادق وفادار نہیں ہیں۔ وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اسکا ایک خدا ہے۔ جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔"

(کشتی نوح [illegible])

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

والحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔

صداقت احمدیت کا ایک زبردست ثبوت

(بقیہ صفحہ ۳)

الغرض ۱۸۹۱ء میں جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی گئی۔ دوسرا جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں ہوا۔ "ایک جلسہ" میں شامل ہونے والوں کی تعداد ۳۲۷ تھی جوں جوں جماعت ترقی کرتی چلی گئی۔ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا چنانچہ ۱۹۰۶ء کے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے دوستوں کی تعداد دو ہزار سے زائد تھی۔ یہ جلسہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آخری جلسہ تھا۔ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ انتقال فرما گئے۔

۱۹۱۳ء کے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے احباب کی تعداد تین ہزار سے اوپر تھی۔ اور یہ جلسہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا آخری جلسہ تھا۔ مارچ ۱۹۱۴ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو قبائے خلافت پہنائی اور آپ کے عہد میں جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ ۱۹۴۰ء میں جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد تیس ہزار سے اوپر تھی۔ اور گذشتہ سال ۱۹۵۵ء کے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد ساٹھ ہزار کے قریب تھی۔ اس تدریجی اضافہ سے جو جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں ہوا جماعت کی وسعت اور پھیلاؤ کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور ہر سعید دل معلوم کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ کی کیسی زبردست تائید کی۔ ۱۸۹۲ء کی مذکورہ بالا عبارت جو میں نے جماعت احمدیہ سے اوپر نقل کی ہے اسے پڑھو اور پھر دیکھو کہ اس میں مندرج پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ ہر جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے دوست اس پیشگوئی کی صداقت کے زندہ گواہ ہیں۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی۔ اس وقت آپ کی نہ کوئی جماعت تھی اور نہ کوئی سلسلہ تھا۔ لیکن بعد میں وہ جماعت قائم ہوئی اور ہر سال جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ ۱۸۹۱ء میں جو پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا اس میں شامل ہونے والوں کی کل تعداد ۷۵ تھی۔ لیکن اب وہ وقت دور نہیں کہ جب جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد پچھتر ہزار تک پہنچ جائے اور ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہئیے کہ وہ ہر جلسہ کو پچھلے جلسہ سے زیادہ بارونق بنانے کی کوشش کریں اور کم از کم سال میں ایک مرتبہ جلسہ سالانہ پر ضرور حاضر ہوا کریں۔ تا وہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کی عظمت کو ظاہر کرنے والے اور اس کے مصداق بنیں اور جلسہ کی برکات سے متمتع ہوں۔

احمدیت اسلام کی زندگی کا ثبوت ہے

(بقیہ صفحہ ۱۴)

اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ ہر شخص بجز پیروی کے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی مگر

ظلی نبوت جس کے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔ اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں۔ اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ...)

رسول کریم کی ایک پیشگوئی کا عملی ظہور

(بقیہ صفحہ ۱۷)

ہر مومن پر منصور کی مدد واجب کی گئی

اب ہم ذیل میں چند تجویزیں پیش کرتے ہیں جن کے ذریعہ ہم منصور کی اس مدد سے جو ہم پر واجب کی گئی ہے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ تکمیل اشاعت دین کے لئے تحریک جدید سیدنا حضرت منصور نے القائے الٰہی سے ۱۹۳۴ء میں کی تھی۔ تا خداتعالیٰ عزوجل ان تمام سعید روحوں کو جو زمین کے مشرق و مغرب کی آبادیوں میں منتشر ہیں اور نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔

روحانی فوج کی وہ پانچ ہزاری مجاہدین ہیں جنہوں نے تحریک جدید کے دفتر اول میں حصہ لے کر اس منصور کی مدد کا عملی نمونہ دکھایا تھا اور بقضائے الٰہی تعداد میں کمی واقع ہو جانے پر بھی یہ مخلص مجاہد ابھی تک اپنی مالی قربانی میں دفتر دوم کے مخلصین پر سبقت حاصل کر رہے ہیں۔

حارث کا مطالبہ تو ایک لاکھ فوج کا تھا جس میں سے پانچ ہزار مل گئی۔ اس میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ دفتر اول تو پانچ ہزار سے اضافہ نہ کر سکے گا۔ لیکن دفتر دوم والے اپنی تعداد کو بڑھا کر ایک لاکھ تک پہنچائیں گے۔ اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ دفتر دوم کے نوجوان مجاہدین جو زیادہ تر خوشحال ہیں اگر فاستبقوا الخیرات پر عمل جدوجہد کریں اور منظم کوشش فرمائیں تو اس تعداد تک نہ پہنچ جائیں۔

معین اوقات میں وعدے کر کے جلدی ان کو پورا کر دینا نہایت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اپنے ذمہ باقی رقم کی جلد ادائیگی ہی اصل منصور کی مدد ہے جو مخلصین پر واجب کی گئی ہے۔

(۲) اشاعت قرآن پاک میں حصہ لیا جائے۔ خود بھی مطالعہ کر کے مستفیض ہوں اور دوسروں کو اس علم روحانی سے آگاہ کریں۔ تفاسیر خود پڑھیں اور کم از کم دس اور احباب کو پڑھائیں۔ مختلف معارف یاد کر کے دوسروں تک اس کی اشاعت کریں۔ اور اس طرح ایک پاکیزہ ماحول قائم کر دیں۔

(۳) بیرونی ممالک میں تعمیر مساجد کی تجویز کو جو ۱۹۵۶ء کی مجلس شوریٰ میں پاس ہوئی تھی عملی جامہ پہنایا جائے۔ اگر کراچی۔ لاہور۔ راولپنڈی اور پشاور کے تاجر بھی اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے صرف ایک ماہ کی ترقی اس مد میں ادا کر دیں تو بہت بڑی رقم جمع ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اگر وکلاء اور ڈاکٹر احباب اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس کریں اور منصور کی مدد کے لئے جو ان پر واجب کی گئی ہے عملی قدم آگے بڑھائیں تو ایک خاصی رقم جمع ہو کر تعمیر مساجد کے کام میں خاطر خواہ جلدی اور تیزی پیدا ہو سکتی ہے۔ انہی وکلاء پر دوسری ذمہ داری عاید ہوتی ہے جو چوٹی کے ماہر ہیں۔ خود عمل کرنا اور دوسروں سے کروانا ان کے فرائض میں سے ہے۔ اگر اس وقت وہ خود بھی محروم ہیں کہ ان سے کوتاہی ہوئی ہو تو تلافی مافات فرمائیں۔ خود عمل کریں اور دوسروں سے تحریک پر عمل کرائیں۔

اگر بڑے اور چھوٹے تاجر احباب اپنا اپنا حصہ ادا کر دیں اور اسی طرح اگر جملہ احمدی متفقہ سکیم پر عمل کرنے کا عزم کر کے اپنا فرض ادا کر دیں تو کم از کم چار لاکھ روپیہ سالانہ جمع ہو سکتا ہے اور ہر سال تین مساجد کی تعمیر عمل میں آ سکتی ہے۔

ہمبرگ مسجد جو اس وقت زیر تعمیر ہو رہی ہے اور جس کے لئے آسمانی تحریک ملی کہ ایک ہزار مخلصین اپنے یا اپنے مرحوم رشتہ داروں کی طرف سے ڈیڑھ سو روپیہ فی کس کے حساب سے ادا کر دیں تو سب اخراجات پورے ہو سکتے ہیں۔

اس وقت تک صرف ایک تہائی رقم جمع ہوئی ہے۔ بقیہ ۲/۳ واجب الوصول ہے جس میں ۳۲۵ افراد نے ادائیگی کی ہے۔ بقیہ ۶۷۵ احباب اپنے وعدے پیش کریں۔

پس اے مخلصین جماعت اور اے وہ تمام بھائیو اور بہنو جن کو حارث کے قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور جنہوں نے منصور کا مبارک زمانہ پایا ہے اور جن کے لئے پچھلے بزرگ ترستے چلے گئے۔ آپ سب کو اس روحانی دستر خوان پر جمع ہونے کی دعوت دی جاتی ہے۔

آؤ آگے قدم بڑھاؤ۔ آپ ہی وہ پاکیزہ روحیں رکھنے والے وجود مسعود ہیں۔ جن پر منصور کی اطاعت و مدد واجب کی گئی ہے۔ اس کی مدد کر کے (جو در اصل خود اپنی مدد ہی میں سعادت ہے) رضائے الٰہی کے عطر سے ممسوح ہونے کی توفیق پاؤ۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔)

آمین یا رب العالمین

احمد جان ...

وکیل المال ثانی تحریک جدید ربوہ

وہ الگ ہو جاتے ہیں۔ پس ملائکہ کی صحبت اور نصرت سے استفادہ کرنے کے لئے پاکیزہ جسم ہونا ضروری ہے۔

اس کے برخلاف گندہ رہنے والوں کا تعلق شیاطین سے ہوتا ہے۔ اور ان کے اعمال بھی شنیع ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ پاکیزگی اور طہارت ہی خدا شناسی کی علامت ہے۔ بلکہ اس کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ اور اسکے بغیر کوئی بھی روحانی پاکیزگی حاصل ہونی ناممکن ہے اسی واسطے قرآن کریم اور احادیث نبوی صلعم میں تفصیل کے ساتھ صحت اور صفائی کے متعلق احکام دئے گئے ہیں۔ اور نہ صرف خوراک بلکہ جسم لباس، بستر، مکان، ماحول، سڑکوں مساجد، بازار، مقامات اجتماع وغیرہ کے متعلق بھی ہدایات دی ہیں۔ غرضیکہ اسلام نے نہ صرف انسان کی روحانی ترقی کے متعلق بلکہ جسمانی صحت کے لئے بھی ایک مکمل کوڈ دیا ہے۔ جو بچے کی پیدائش (بلکہ اس سے بھی قبل) سے لے کر قبر تک کے احکام پر مشتمل ہے مختصراً میں سے بعض کا فلسفہ اور حکمت بطور نمونہ عرض کئے دیتا ہوں

حفظانِ صحتِ ذاتی

ذاتی حفظانِ صحت کے متعلق اسلام نے اصولی طور پر جاری پانی کو بند پانی پر ترجیح دی۔ یعنی وہ بجائے ٹب اور واش بیسن (BASIN) کے لوٹے وغیرہ کے استعمال کو پسند فرماتا ہے۔ اور غسل کا طریق بھی بتایا ہے۔

اس کے علاوہ اسلام نے انسانی جسم پر بالوں کی تزئین کو ایک اصل اور حسین فلسفہ کے ماتحت رکھا ہے۔ اور یہ نہیں کیا کہ ان کو بالکل آزاد چھوڑ دیا۔ یا بالکل ہی اڑا دیا جائے۔ اسی اصل کی بناء پر اسلام نے سر اور داڑھی کے بالوں کو بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ جو بہت ہی پُرحکمت اور مفید ہے۔ داڑھی کے لمبے بال، حلق اور جبڑے کو ہوا کے جھونکوں سے بچا کر کئی امراض سے محفوظ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بحری جہازوں میں کام کرنے والوں میں اس کا رواج زیادہ ہے۔ بچے کی پیدائش کے بالکل سب سے پہلے، تحنیک (گھٹی) کا حکم ہے یہ طریق بچے کی قوت ہاضمہ کو بڑھانے کا موجب ہوتا ہے۔ (۳) اس کے بعد سر کو استرے سے مونڈا جاتا ہے جو کہ سر کی صفائی کے علاوہ بالوں کی نشوونما میں بھی مدد ہوتا ہے۔ (۴) اس کے بعد

ختنہ کی حکمت

(۴) ختنہ کا حکم ہے جو بہت ہی مفید اور پر حکمت رسم ہے۔ اور جس کی اب تمام مہذب ممالک نقل کر رہے ہیں یہاں تک کہ انگلستان کے بعض سکولوں میں بچوں کا سکولوں میں داخلہ منع ہے جب تک وہ مختون نہ ہوں۔ کم سنی میں بچوں کی موت کا ایک باعث ختنہ نہ کروانا بھی ہے جسمانی صفائی کے علاوہ یہ کئی خاص امراض سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

(۵) دن میں پانچ وقت نماز کے لئے وضو کرنا بھی حفظانِ صحت کے اصولوں پر مبنی ہے۔ جس میں تمام وہ اعضاء دھل جاتے ہیں۔ جو گرد و غبار سے آلودہ ہوتے رہتے ہیں۔

مسواک کا مسنون طریق

(۶) اس کے ساتھ ہی مسواک و برش سے دانت صاف کرنے کا بھی حکم ہے۔ جو کہ منہ کی صحت کے لئے بہت ضروری ہے خلال بھی اس کا ہی ایک حصہ ہے۔ اور غذا کے ریزے منہ میں گل سڑ کر [illegible] طرح منہ کو بدبودار بنا دیتے ہیں۔ [illegible] کا ایک باعث منہ کا گندہ اور ناصاف رہنا بھی ہے۔ معدہ کی کئی امراض اسی کا نتیجہ ہیں۔ آنحضرت صلعم نے نہ صرف مسواک کی تاکید فرمائی۔ بلکہ اس کا طریق بھی بتا دیا۔ جس کی تصدیق آج کل کی نئی تحقیقات نے کر دی ہے۔ یعنی برش کو اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر مسوڑھوں پر پھیرا جائے تا ان کے نرم حصہ سے مواد نکل سکے جس میں جراثیم پیچھے ہوتے ہیں۔

(۷) وضو کے علاوہ کھانے سے قبل اور بعد میں بھی کلی کرنا مسنون ہے۔ اور اس میں کئی فوائد ہیں۔ منہ کی صفائی کے علاوہ کلی کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ اس سے منہ کی قوت ذائقہ تیز ہو جاتی ہے (منہ خشک ہو تو بھی کم ہوتی ہے۔ کڑوی دوائی پینے کے بعد اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے) اور پانی سے منہ کا درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے۔ اور کھانا اگر گرم نہ ہو تو کچھ مزید معلوم ہوتا ہے

ناک کان اور آنکھ کی صفائی کا طریق

(۸) ناک صاف کرنے کا صحیح طریق یہ ہے کہ وضو کرتے وقت ناک زور سے چھنک کر صاف کیا جائے۔ مگر آہستگی اور وقفہ ہو۔ ورنہ کان پر اثر ہوتا ہے (رستے انفلوئنزا) پہنچ جاتی ہے۔

(۹) کان کی بیرونی سطح ناہموار ہے۔ اس لئے اسلام نے وضو کرتے وقت اس کی صفائی کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔ بخصوصاً کان کا پچھلا حصہ جس کی مالش چہرے کے عضلات کو ٹونک رکھنے میں مدد ہو سکتی ہے۔ اسی طرح کان میں انگلی گھمانا بھی مفید ہے۔ اس سے پردہ کان کی مالش ہو جاتی ہے۔ جو بڑھاپے میں قوت سامعہ کو کمزوری سے بچاتی ہے

(۱۰) آنکھ کی صفائی کا صحیح طریق ہے کہ انگلی سے بطرف باہر کنارے سے اندر ناک کی طرف لایا جائے۔ بعض لوگ بے احتیاطی سے آنکھ کو مل مل کر گردو غبار یا تنکا وغیرہ کو جو آنکھ میں پڑ گیا ہو، نکالنے کی کوشش کرتے ہیں جو زیادہ تکلیف کا موجب ہو جاتا ہے۔

ہاتھ پاؤں دھونے کا طریق

(۱۱) ہاتھ پاؤں دھونے کا مسنون اور طبی طریق یہ ہے کہ اچھی طرح ایک ایک انگلی کو الگ الگ صاف کیا جائے۔ اور نرم حصہ کا پوری طرح خلال کیا جائے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اکثر جلدی امراض کی ابتداء میل اور گندگی سے ہوتی ہے۔ جو عام طور انگلیوں کے نرم حصہ میں شروع ہوتی ہیں پس خلال کی اہمیت واضح ہے۔

رفع حاجت کے بعد بہتر ہے کہ وہ قدمچوں کے ساتھ بیت الخلاء کے اندر ہی دھو لئے جائیں۔ تا گندگی اور تعفن شلوار کو [illegible] نہ کر دیں۔

(۱۲) غسل کا شرعی طریق بھی بہت پرحکمت ہے۔ اور زائل شدہ قوت کو بحال کرنے کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

عورتوں کے لئے احکام

(۱۳) عورتوں کے لئے بھی بہت پُرحکمت احکام اسلام میں موجود ہیں۔ لیکن افسوس کہ اکثر ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ ہماری عورتوں کو ان احکام سے پورا فائدہ حاصل کرنا چاہئے

(۱۴) صلحا کے خوشبو کے استعمال پر بہت اعتراض ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ بہت ہی ضروری شے ہے۔ اس سے گندی فضا کی اصلاح ہوتی ہے۔ جراثیم ہلاک ہوتے ہیں۔ اور دل میں نشاط اور دماغ میں فرحت پیدا ہوتی ہے۔ کسل دور ہو کر بلند خیالی اور چستی پیدا ہوتی ہے وغیرہ۔

(۱۵) سر کے بالوں کا فرق کرنا بھی حفاظت [illegible] ثابت ہے۔ بال جاذب [illegible]

گلا کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔ چنانچہ مونچھوں میں [illegible] ہے۔ عجیب بات ہے کہ شدید گرمی میں [illegible] اوپر کے اوپر بال ضرور رہتے ہیں۔ جس سے ان مقامات پر بالوں کی زیادتی کی ضرورت واضح ہے۔ مگر افسوس آج کل اس کے بالکل برخلاف ان مقامات پر بال کٹوائے جاتے ہیں۔

(۱۶) اس کے علاوہ ماحول کی صفائی کے متعلق بھی اسلام نے کامل ہدایات دی ہیں۔ مثلاً مکان، بیت الخلاء، بازاروں، راستوں، مساجد اور مقامات اجتماع کی صفائی وغیرہ۔ مساجد میں بدبودار شے کھا کر آنا۔ یا غلاظت پھینکنا یا تھوکنا منع ہے۔

افسوس ہے۔ مقالہ لمبا ہو جانے کی وجہ سے مضمون کا آخری حصہ جو عملی ہدایات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے زیادہ ضروری تھا۔ بہت مختصر کرنا پڑا ہے۔ احباب کو چاہئے کہ اسلام کی ان عملی ہدایات کا تفصیلی علم حاصل کریں اور پھر ان پر کاربند ہوں۔ یہ ہدایات نہایت پرحکمت ہیں۔ اور جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

زندہ خدا کا زندہ نشان

(بقیہ صفحہ ۱۵)

چاہنے والو! کیا اللہ تعالیٰ کی اس یادگار اور اس تحفہ کی روحانی زندگی کی کوشش میں حصہ نہ لوگے؟ تم اسکو زندہ کرو وہ تم کو اور تمہاری نسلوں کو ہمیشہ کی زندگی بخشے گا۔ اٹھو کہ ابھی وقت ہے۔ اٹھو! کہ خدا کی رحمت کا دروازہ ابھی کھلا ہے!

ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر سجدات شکر بجا لاتے ہوئے ہر گھڑی حضور کی لمبی صحت کاملہ اور درازی عمر کے لئے دعا کرتے رہیں تا حضور کی توجہ میں قرآن مجید کی عالمگیر اشاعت کا کام پوری آب و تاب سے جاری رہے اور جس طرح سے اعجازی رنگ میں آپ نے تفسیر صغیر کی تکمیل فرمائی۔ اسی طرح تفسیر کبیر کی بھی تکمیل فرما سکیں۔

لائن پریس

ہسپتال روڈ
انار کلی
لاہور

دفتروں، فیکٹریوں، تجارتی اداروں
اور سکولوں کی
ضروریات سٹیشنری اور حسابی کتابیں

لائن پریس
سٹیشنری ڈپو
لاہور
سے

مقابلۃً ارزاں نرخوں پر
حاصل کیجئے -

مطبوعات

ہماری مطبوعات میں مفید اور بلند پایہ

★ علمی تصانیف ★ اسلامی
★ سیاسی اور
★ حالات حاضرہ پر بہترین کتابیں
★ دلچسپ سوانح عمری اور
★ غیر ملکی زبانوں سے تراجم اور
★ درسی کتابیں

شامل ہیں ان کا مطالعہ
فرمائیں

قائم شدہ
۱۹۱۹

عمدہ طباعت
کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کام کیلئے

تار کا پتہ
لائن پریس
فون - ۳۰۸۷

لائن پریس کا نام یاد رکھیئے

انگریونگ ہر قسم
سٹیشنری ہر قسم
ربڑ و پیتل کی مہریں اور چھپائی
فونٹین پین اور مرمت
ملت انڈسٹریز (رجسٹرڈ) ہیڈ آفس لاہور
صنعت پاکستان کی دوڑ میں ہماری بہترین تخلیق
مینو فیکچرنگ سائیکل سپیئر پارٹس پیڈل پچھہ ہینڈل گرپ و دیگر سامان سائیکل تیار کئے جاتے ہیں۔
منیجر ملت انڈسٹریز (رجسٹرڈ)

کیا یہ باتیں ہمارے مذہب اور عقیدہ کے خلاف نہیں؟

ان سطور کو ذہن میں رکھئے اور ان پر غور کیجئے!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی مرض لا علاج نہیں، ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے۔ جس مرض کو طبیب لا علاج کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ..... بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں یہ بد نصیبی ہے خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے" اس بارہ میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح ارشاد بھی موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "لکل داء دواء الا الموت" کہ کوئی مرض ایسا نہیں جس کی دوا نہ ہو سوائے موت کے۔ اگر مزمن امراض کے علاج میں پرانا طریقہ علاج کامیاب ثابت نہ ہو تو کیا اس بنا پر خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جانا ہمارے مذہب اور عقیدہ کے مطابق ہے؟

خدا تعالیٰ کی وسیع کائنات میں یقیناً ہر بیماری کا علاج موجود ہے۔ اور ہومیوپیتھی ایسی جدید طبی سائنس کائنات کی ان بے پناہ روحانی طاقتوں سے مالا مال ہے خصوصاً پرانی امراض کے علاج کے سلسلہ میں اونچی سے اونچی طاقت کی دواؤں کی وجہ سے ہومیوپیتھی کی عظمت اس کے مخالفین بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

دمہ، پرانے نزلہ، کھانسی، پرانی قبض، بواسیر، تبخیر معدہ، ناسور، سرطان، رسولی اندرونی و بیرونی، گردے اور پتے کی پتھری، جسمانی کمزوری، دماغی نقائص، ابتدائی موتیا بند، پرانے عصبی دردوں، ہسٹیریا اور دل کی تکالیف کے لئے انشاء اللہ آپ ہومیوپیتھک علاج کو سب سے زیادہ مفید اور کامیاب پائیں گے۔

ڈاکٹر راجہ۔ ہومیو سٹور اینڈ ہاسپیٹل
غلہ منڈی ربوہ

باموقعہ اراضی کی فروخت

محلہ دار الصدر میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی کوٹھیوں کے پاس اور مسجد مبارک سے پانچ منٹ کے فاصلہ پر ایک قطعہ اراضی قابل فروخت ہے یہ قطعہ نہایت باموقعہ ہے۔ خواہشمند احباب خاکسار سے بذریعہ خط و کتابت یا مل کر تصفیہ فرمائیں۔

ابو المنیر نور الحق بخلافت لائبریری ربوہ

بیاض نور الدین

حصہ اول

مصنفہ حضرت حکیم مولوی نور الدین بھیروی مرتبہ محمد فضل الرحمٰن برشاگرد رشید

[illegible]

بیاض نور الدین

حصہ دوم

[illegible]

قیمت حصہ اول چار روپے ○ قیمت حصہ دوم پانچ روپے علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ

شوکت بک ڈپو ○ چوک شاہدولہ گجرات

سرمہ نور البصر

آنکھ کی جملہ امراض، ضعف بصر، ککرے، دھند، جالا، پھولا، پانی بہنا، خارش وغیرہ کے لئے نہایت مفید ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے

ملنے کا پتہ: **قمر برادرز پھیکی۔ ضلع شیخوپورہ**

اعلان تعطیل

روزنامہ الفضل جلسہ سالانہ کے ایام میں شائع نہیں ہوگا۔ اور جلسہ سالانہ نمبر کے بعد انشاء اللہ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۷ء کو پرچہ شائع ہوگا۔

* قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات مطلع رہیں *

(مینیجر الفضل)

پتھر ہضم نمک جیلانی

ہماری خاندانی شاہی طبابت کا نچوڑ ہمارے نایاب یونانی نسخہ جات ہیں نمک جیلانی اپنے شفا بخش بے ضرر یونانی اجزاء کی بدولت پیٹ کی بیشتر بیماریوں کا جادو اثر علاج ثابت ہوا ہے۔ پیٹ درد، انتڑیوں کی بے حسی، اپھارہ، پیٹ میں ہوا بھر جانا، دست آنا، بدہضمی، قے، دائمی قبض، ترش بد بودار ڈکار آنے، منہ کا ذائقہ خراب رہنے، سر میں درد، معدے سے بخارات اٹھ کر اوپر کو چڑھنے، سر اور جسم کے بھاری رہنے، بجلی کی تیزی کے ساتھ اثر کرنے والا چورن ہے۔ سیروں دودھ پی لو، پلیٹوں کی پلیٹیں کھا لو۔ خدا کے فضل سے سب ہضم۔ جب خوراک ہضم ہو جائے تو سرخ خون بنتا ہے۔ یہی خون چہرے کی زردی اور سیاہیوں کو دور کر کے چہرے کے حسن اور خوبصورتی کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ زردی مائل بیکلوں چہرے نمک جیلانی کے استعمال سے سیب کی طرح سرخ ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ درد گردہ، پتھری جو بیماری کی وجہ سے مریض کو نڈھال کر دیتی ہے۔ نمک جیلانی اس کے لئے جادو اثر اکسیر ہے۔

قیمت فی ڈبیہ دو روپے چار آنے محصول ڈاک ۹

دواخانہ حکیم مولوی ذوالفقار علی نبیرہ شاہی طبیب
حکیم غلام جیلانی مرحوم کوٹھی ۲۲ بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور

روزنامہ الفضل ربوہ
دیسی ساخت کے پرزہ جات
سائیکل حاصل کرنے کیلئے
دی سائیکل ہاؤس نیلہ گنبد لاہور کی خدمات حاصل کریں
جماعت اسلامی کے اعتراضات
کے
مسکت جوابات
اور
دیگر علمی اور دینی معلومات کیلئے
دار التجلید کی مطبوعات
کا
مطالعہ فرمایئے جو مقبول خاص و عام ہو چکی ہیں
دیگر
سلسلہ احمدیہ کی کتب بارعایت طلب کریں
دار التجلید اردو بازار لاہور
فون نمبر ۲۷۸۸
ایک قول
ایک زبان
مجاہد کلاتھ ہاؤس رجسٹرڈ
چوک بازار ملتان شہر
ہر قسم کا بہترین کپڑا مثلاً اونی۔ بنارسی۔ ریشمی۔ آرٹ سلک
سوتی۔ ساڑھیاں۔ دوپٹے۔ نائیلون سیٹ۔ لیڈی لیملن سیٹ
واجبی نرخوں پر ہم سے خرید کر فائدہ اٹھائیں۔
پروپرائیٹر چوہدری عبدالرزاق اینڈ سنز جالندھری
سادہ۔ رنگین اردو اور انگریزی عمدہ طباعت کے لئے ہر قسم کی بہترین مضبوط اور دیدہ زیب جلد سازی کے لئے
اور اس سلسلہ میں مفید مشوروں اور ضروری معلومات کیلئے دار التجلید اردو بازار لاہور آپ کی خدمت سرانجام دے سکتا ہے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بےنظیر کتاب براہین احمدیہ چہار حصص مع انڈکس اور کلید
تذکرہ جلسہ سالانہ پر دفتر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ متصل دفتر نظارت علیا سے طلب کریں۔

محبِ صادق

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ
وفات ۱۳ جنوری ۱۹۵۷ء
(فوٹو ادویم اے نظام ربوہ)

مجسم نورِ یقین

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ

صحابیٔ اوّل

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ
وفات ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء
(فوٹو از ایم - اے نظام ربوہ)

سیرالیون کے احمدی پیراماؤنٹ چیف الحاج المامی سوری

اپنے بیٹے محمود کینئے کو رخصت کر رہے ہیں۔ جو دینی تعلیم حاصل کرنے آجکل ربوہ آئے ہوئے ہیں

لائبیریا کے صدر مسٹر ٹب مین کی خدمت میں مبلغین ہالینڈ مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب اور مکرم مولانا ایم ایوب صاحب ڈچ ترجمہ قرآن کریم کا تحفہ پیش کر رہے ہیں۔

سیرالیون (مغربی افریقہ) کے چیف فوڈے کمارے صدر ڈسٹرکٹ کونسل احمدیہ مشن میں مبلغین مغربی افریقہ کے ساتھ

جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی ایک تقریب

احمدی مبلغین سید شاہ محمد صاحب صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب اور مولانا عبدالواحد صاحب سماٹری بعض انڈونیشی معززین کے ساتھ

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ کی اولوالعزمی کا درخشندہ ثبوت

مشرق و مغرب میں وسیع پیمانے پر مساجد کی تعمیر

اب تک سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں مندرجہ ذیل ممالک میں ۲۶۲ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں:۔
انگلستان۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ امریکہ۔ غانا۔ سیرالیون۔ نائیجیریا۔ ماریشس۔ انڈونیشیا۔ مشرقی افریقہ۔ سنگاپور۔ ملایا۔ بورنیو۔ سیلون۔ ربا۔ اسرائیل۔

حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

"اگر اڑھائی سو مساجد یورپ میں تعمیر ہو جائیں تو اس کے چپہ چپہ پر خدا تعالیٰ کی تکبیر کی صدا بلند ہو سکتی ہے۔۔۔ جب یورپ میں اڑھائی سو مساجد تعمیر ہو جائینگی تو یورپ کے سارے مناروں تک نعرہ ہائے تکبیر کی صدائیں بلند ہونگی!" (المصلح الموعود)

مسجد ہیمبرگ کی افتتاحی تقریب کا ایک منظر

مسجد ہیمبرگ کی افتتاحی تقریب۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب حضور کا پیغام سنا رہے ہیں

مسجد "سلام" کی افتتاحی تقریب کا ایک منظر

مسجد سلام مشرقی افریقہ۔ افتتاح ۱۵ مارچ ۱۹۵۶ء